كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيًا فَاحْبَبْتُ اَنْ اُعْرِفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْق وَعَرَّفْتَهُمبِي فَبِي عَرَفُوْنِي

(میں چھپا خزانہ تھا پس آگہی مجھے محبوب ہوئی، لہذا میں نے خلقت پیدا کی اور جس نے آگہی پانا چاہی میں نے اسے پانے دیا)

آگہی سے امن کا سفر

بے خبر! تو جوہرِ آئینہ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل! کہ تو
قطرہ ہے، لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے

ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی

ادارہ تعمیر اخلاق، آلو مہار، ضلع سیالکوٹ

Marfat.com

آگہی سے امن کا سفر

ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی

ادارہ تعمیرِ اخلاق، آلومہار، ضلع سیالکوٹ

Marfat.com

انتساب

واجبِ صد تعظیم، محقق و مجدّد والدِ بزرگوار

حضرت خلیفہ محمّد سعیدؒ کے نام

جنہوں نے ساری زندگی سنّتِ مصطفوی ﷺ کی پیروی میں

ذاتِ الٰہی سے تعلّق اجاگر کرتے گزاری

اور

ہر اُس شخص کے نام جو اپنی حقیقت کی پہچان

اور امن کا خواہاں ہے۔

Marfat.com

تشکرات

یہ ناچیز نہایت انکساری سے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہے جس نے اپنی خاص رحمت اور فضل و کرم سے اس تحریر کی استطاعت عطا فرمائی۔ اس کے حبیب پاک ﷺ کی اُسوہ حسنہ اور کلماتِ طیبات نے ہر قدم پر جو ضیا بخشی اس کے بغیر یہ کاوش ممکن ہی نہ تھی۔ یہ قلم نہ یہ زبان وہ الفاظ ڈھونڈ پاتے ہیں جن سے ان کی مدح سرائی ہو سکے۔

اسے قرطاس پر لانے میں جنہوں نے ناچیز کے شانہ بشانہ مدد کی، ان میں سب سے پہلے اپنے اہل خانہ کا ذکر کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہے، خاص طور پر اپنی رفیقہ حیات ڈاکٹر زرینہ شیریں جنہوں نے نہ صرف پُر سکون ماحول فراہم کیا بلکہ خیالات کو اس ڈگر پر لانے میں مدد کی جو آپ کے سامنے ہے۔ پیاری بیٹی انجینئر رابعہ کی تعمیری تجاویز جن سے اس تحریر کی سمت درست کرنے میں معاونت ملی، عزیز القدر میجر انجینئر ذیشان کا بے لاگ تبصرہ جس سے اسکے مختلف حصوں میں ربط قائم ہوا، عزیز القدر انجینئر خالد محمد ابراہیم شدید سے تبادلہ خیال جس کے نتیجہ میں کئی ایک تصورات کو جامعیت ملی اور بہت سی احادیث مبارکہ کا اضافہ بھی ممکن ہو سکا اور عزیز القدر ذی جاہ نے اس کتابچے کے سرِ ورق ک خاکہ بندی کی۔

عزیزان ذی قدر پروفیسر عابدہ شمیم رضوی، ہادی عبدالمنان، اور رافعہ ہارون کاش، محترم المقام جناب پروفیسر ناصر حمیدی، جناب اشفاق نیاز اور جناب سیف اللہ نے مسودے پر نظرِ ثانی سے غلطیوں کی تصحیح فرمائی جبکہ جناب غلام رسالت نے اس کی ٹائپ اور دی پروفیشنلو نے پرنٹنگ میں مدد کی۔

ناچیز ان سب کا تہہ دل سے ممنون ہے۔

Marfat.com

فہرست مضامین

صفحہ

دیباچہ	1
تعارفی کلمات	5
باب اول: انسانی ساخت اور اس کے تقاضے	7
1۔ فضیلت انس	7
2۔ روح بخاری	9
3۔ روح علوی	12
4۔ روح بخاری اور علوی کا امتزاج	15
5۔ اللہ کی فطرت پر تخلیق انسان	16
باب دوم: منبع ارواح اور انسانوں میں رشتہ کی نہج	17
1۔ اللہ کی بندوں سے محبت	17
2۔ بندوں کی منبع ارواح کے لئے محبت	18
3۔ باہم انسانوں میں اخوت	19
4۔ روح کا تاریک دور	22
5۔ روح علوی اور اختیار	24
باب سوم: آ گہی اور کیفیات نفس	26
1۔ خودی کا تصور	26
2۔ نمود خودی میں نفس کا کردار	29

Marfat.com

3۔ علم نفس اور شعوری کیفیات	30
4۔ عمل اور ردِ عمل	34
5۔ میں کون ہوں	36
باب چہارم: آگہی اور تزکیہ نفس	37
1۔ کیفیاتِ نفس	37
2۔ ضمیر کی آواز	38
3۔ زنگ آلود یا روشن ذہن	40
4۔ قلب، نفس اور شعور کا باہم تعلق	42
5۔ تزکیہ اور قبولیتِ دعا	44
باب پنجم: نورِ الٰہی اور آگہی	47
1۔ نور کی حقیقت	47
2۔ نورِ الٰہی کی تمثیل	48
3۔ اہل قلم کے اقوال	49
4۔ کیفیاتِ نفس اور آگہی	50
5۔ فکری پہلو	51
باب ششم: آگہی کے لئے عملی اقدام	55
1۔ کردار کی بلندی	56
2۔ ذکرِ الٰہی اور ذہن کی کیفیات	57
3۔ ذکرِ الٰہی کے اثرات	65
4۔ اللہ کا رنگ اختیار کرنا	72

Marfat.com

5۔ ارتقائی منازل 74

6۔ معاشرتی اصلاح 77

7۔ صراطِ مستقیم اور قران سے رہنمائی 80

باب ہفتم: آ گہی کے تصرفات 82

1۔ وحدت 82

2۔ آزادی 83

3۔ ایثار اور سخاوت 84

4۔ عدل واحسان 85

5۔ عفوو درگذر 85

6۔ تسلیم ورضا 86

7۔ امن اور سلامتی 87

حصہ دوم ۔ آ گہی اور نیابت الٰہی

باب اول: زمیں میں انسان کا مقام 90

1۔ نیابتِ الٰہی اور امن 90

2۔ جنت کا تصور 93

3۔ اسلام کا نظریہ حیات 95

4۔ فرد بطور نائب 96

5۔ خلافت ایک امتحان 99

باب دوم: نیابت کے لئے چند شرائط 100

Marfat.com

1۔ حصولِ علم	101
2۔ اخلاص	104
3۔ اطاعت وبندگی	107
باب سوم: نیابت کے فرائض	109
1۔ ایمان اور اعمالِ صالح	109
2۔ ایمان اور اس کی تکمیل	109
3۔ اعمال صالح کی نوعیت	112
باب چہارم: حقوق انسانی کی روح	116
1۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد	116
2۔ اخلاق فاضلہ	118
3۔ تسخیرِ کائنات	121
باب پنجم: تشکیل وتنظیم معاشرہ کے چند اصول	124
1۔ معاشرتی ہم آہنگی	124
2۔ واقعہ حضرت سلیمانؑ	125
3۔ رسول اللہ ﷺ سے رہنمائی	129
حصولِ امن اور امن کا تصور	132

Marfat.com

کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاحْبَبْتُ اَنْ اُعْرِفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْق
وَعَرَّفْتَهُمبیِ فَبِی عَرَفُوْنِی
(میں چھپا خزانہ تھا پس آگہی مجھے محبوب ہوئی، لہذا میں نے خلقت پیدا کی
اور جس نے آگہی چاہی میں نے اسے پا نے دیا)

حصہ اول

آگہی اور امن

خورشیدِ جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہُنر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں
جنت تیری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں
اے پیکرِ گل! کوششِ پیہم کی جزا دیکھ
تعمیر خودی کر، اثر آہِ رسا دیکھ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

نَحْمدهٗ وَنُصَلِّی علیٰ رَسُولِهِ الْکَرِيْم

دیباچہ

ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ میں کون ہوں اور اس دنیا میں کیوں آیا یعنی میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ انسان دنیا میں ایسے کام کر رہا ہے جو کوئی اور مخلوق نہیں کر سکتی۔ ایک طرف وہ ایٹم اور خلیوں کے اندر کی دنیا دیکھنے میں مگن ہے تو دوسری طرف خلاؤں میں چاند سے بھی آگے نکل چکا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ انسان کا دنیا میں آنے کا ضرور کوئی بڑا مقصد کارفرما ہے جسے جاننے کی خواہش ہی اس زندگی میں ساری تگ ودَو کی محرک ہے۔

زندگی گزارنے کے حوالے سے انسان کی کچھ باتیں عموماً چوپایوں سے مشترک پائی جاتی ہیں؛ مثلاً وہ پیدا ہوتے ہیں، جوان ہوتے، خوراک اور اپنی حفاظت کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں، بچے پیدا کرتے، بوڑھے ہوتے اور مر جاتے ہیں لیکن جو چیز انسان کو دوسری مخلوق سے ممتاز کرتی ہے وہ 'اختیار' ہے جو اس کا شعور ہے۔ لہٰذا اس اختیار کے استعمال سے جب بندہ اس دنیا میں آنے کا مقصد پہچان کر اس کی تکمیل کے لئے کوشش کرتا ہے تو اس میں ایسی اقدار پیدا ہوتی ہیں جو اسے نہ صرف بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشتی ہیں بلکہ دنیا میں کامیابیوں اور آخرت میں فلاح سے ہمکنار کرتی ہیں۔

لہٰذا کئی ایک باشعور لوگ زندگی کے مقصد پر غور وفکر کرتے ہوئے اپنا کوئی نہ کوئی نصب العین ضرور بنا لیتے ہیں اور اسے حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں تا کہ وہ کامیاب زندگی کے ساتھ ایک اچھا مستقبل پا سکیں۔ ایسا نصب العین عام طور پر دنیا میں مادی ترقی اور خوشحالی حاصل کرنا ہوتا ہے۔

Marfat.com

ہر شخص کوئی نہ کوئی طبعی رجحان بھی رکھتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص کا ذریعہ معاش اس کے طبعی رجحان کے مطابق ہو کیونکہ کوئی پیشہ اختیار کرنا یا روزی کمانے کے لئے کوئی کام کرنا اکثر اوقات مواقع ملنے پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر یہ طبعی رجحان کے مطابق ہو تو اس میں خصوصی دلچسپی کی وجہ سے انسان خوب ترقی کرتا ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو، پھر بھی محنت اور کام میں لگن سے کامیاب ہو جاتا ہے۔

اگرچہ نصب العین اور طبعی رجحان زندگی کے بڑے مقصد کے حصول میں مددگار بنتے ہیں لیکن اصل مقصد نہیں کیونکہ وہ پائیدار نہیں۔ لہٰذا زندگی کے لئے ایک ایسا بڑا مقصد درکار ہے جو اِن سب کا احاطہ کرتا ہو اور اسے ثبات بھی حاصل ہو۔ علامہ اقبالؒ کا یہ شعر کسی بہت عظیم مقصد کی نشان دہی کرتا ہے۔

نہ تو زمیں کے لئے ہے، نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے، تو نہیں جہاں کے لئے

اس گُتھی کو سلجھانے کے لئے فلسفی، سائنسدان اور مذہبی راہنما سوچ بچار سے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہتے ہیں لیکن آج تک کوئی ایک نظریہ سب کے لئے قابلِ قبول نہیں ہو سکا۔ کیا آپ نے بھی کبھی سنجیدگی سے ان سوالات پر غور کیا ہے؟

دنیا میں بنائی گئی ہر چیز کا کوئی نہ کوئی موجد ہوتا ہے اور یہ موجد ہی جانتا ہے کہ وہ کیوں بنائی گئی یعنی اس کا مقصد کیا ہے؟ اسی طرح انسان کی تخلیق کا مقصد جاننے اور اس کی تکمیل کے لئے بھی اس کے خالق سے، جو عقلِ کُل یعنی کائناتی شعور ہے، صحیح رہنمائی مل سکتی ہے۔ اسے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل، ربّ العزّت، خدائے بزرگ، گاڈ، پرماتما،

Marfat.com

بھگوان اور مختلف زبانوں میں اس کے مختلف نام ہیں۔

ہر موجد اپنی ایجاد کو پسند کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی اس خوبصورت تخلیق سے محبت کرتا ہے۔ پس وہ اسی جذبۂ محبت کے تحت وقتاً فوقتاً مختلف اقوام کی رہنمائی کے لئے اپنے پیغام بر بھیجتا رہا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور ماضی میں کئی اور پیغمبروں کے ذریعے مختلف قوموں کے لئے جو رہنمائی یا دین آیا وہ اسلام ہی تھا(1)۔ لہذا اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ سب کا وہی دین ہے جو اپنی ارتقائی منازل کی تکمیل کے ساتھ آخر میں خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر ساری انسانیت کے لئے نازل ہوا(2)۔ آپ ﷺ کے ذریعہ قرآن حکیم کی شکل میں ایک ایسا نظریۂ حیات آیا جس میں زندگی کے اصل مقصد کی طرف رہنمائی اور اس کی تکمیل کا راستہ، دونوں موجود ہیں۔ اس بے مثال نظریے کا بڑا مقصد انسان کا انفرادی طور پر اپنی ذات میں اور اجتماعی طور پر پورے معاشرے میں امن کا حصول ہے۔

مسئلہ امن کا اگر دین کی رُو سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر شخص عام طور پر اسی مذہب یا مسلک کا پیروکار رہتا ہے جس ماحول میں وہ پیدا ہوتا یا پرورش پاتا ہے۔ کچھ لوگ سوچ سمجھ کے بعد کوئی دوسرا مذہب یا مسلک بھی اپنا لیتے ہیں۔ بہر حال ہر شخص اپنے آپ کو ٹھیک سمجھتا ہے اور اپنے عقیدے کی بنا پر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بیشتر اوقات، دین صرف چند رسومات کی ادائیگی بن چکا ہے جس سے اس کے صحیح تصور کی ترجمانی نہیں ہوتی۔

اسلام کے بارے میں بہت کچھ اور اچھا اچھا لکھا جا چکا ہے۔ اس کے باوجود ایک ایسی تحریر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جس میں فرقہ وارانہ اور فروعی مسائل سے بالاتر ہو کر دین کی روح کو اس نہج سے سمجھنے کی کوشش کی گئی ہو جس کا مقصد آ گہی کے ذریعہ امن کا حصول ہو۔ ایسا امن جو اپنی ذات میں اور پورے معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کرتے ہوئے اس دنیا کو جنت کا

Marfat.com

نمونہ بنائے جس کے لئے انسان یہاں بھیجا گیا۔

انسان کی شخصیت اس کے جسم، ذہن اور روح کے امتزاج سے ترکیب پاتی ہے اور ان تینوں کی احتیاج کو اعتدال کے ساتھ پورا کرنے سے اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ لہذا اس تحریر کے حصہ اول میں ان حقائق پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی پہچان کا راستہ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے انسان صحیح معنوں میں زندہ اور آزاد ہوتا ہے اور جو اس سوال کا جواب ہے کہ میں کون ہوں۔ اسے آگہی سے معنون کیا گیا ہے۔ حصہ دوم میں قران کی روشنی میں انسان کے اس دنیا میں آنے کا مقصد بیان کیا گیا ہے جو عبدیت کے ساتھ نیابتِ الٰہی ہے۔

دورِ حاضر کا نوجوان، جو مستقبل کا پاسبان ہے، اسی تلاش میں ہے تا کہ وہ اپنی زندگی اور اپنے ماحول کو اسی سانچے میں ڈھال سکے۔ پس یہ تحریر اسی نظریے کے حوالے سے ایک کاوش ہے۔ ناچیز اس میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے اس کا فیصلہ قارئین کی حُسنِ نظر پر چھوڑتا ہے۔ بہر حال اس کے اگلے ایڈیشن کو بہتر پیش کرنے کے لئے ای میل کے ذریعے آپ کی گراں قدر رائے ناچیز کیلئے باعث صد افتخار ہوگی۔ اس کی مختلف زبانوں میں تراجم کیلئے بھی آپ کی مدد درکار ہے۔

اس تحریر کے لئے قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ سے روشنی حاصل کرتے ہوئے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ چونکہ دونوں کا ماخذ عربی زبان ہے اس لئے مختلف علمائے کرام کے اُردو تراجم سے مستفید ہوتے ہوئے مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لہٰذا اکثر جگہ پر تراجم لفظ بہ لفظ نہیں۔ اصل متن دیکھنے کے لئے حوالہ جات دے دیئے گئے ہیں۔ مختلف جگہ پر تحریر کی وضاحت علامہ اقبالؒ کے اشعار سے کی گئی ہے۔

یہ ناچیز اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہے کہ وہ اس عاجزانہ کاوش کو شرف قبولیت بخشے۔

فضل الرحمٰن یوسف فضلی

(E.Mail: ffazlis@hotmail.com)

Marfat.com

تعارفی کلمات

ہر ذی ہوش انسان اپنی حقیقت اور اس دنیا میں اپنی ہستی کی اہمیت کو جاننے کا خواہش مند ہوتا ہے اور یہ بھی سمجھنے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کے اندر کون سی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے وہ دوسری بہت سی مخلوق پر فضیلت رکھتا ہے اور تسخیرِ کائنات کی قدرت کا بھی حامل ہے۔

انسان، پیچیدہ عناصر کا مجموعہ ہے جنہیں کمال خوبصورتی سے ترتیب دیا گیا ہے۔ ایک مادی جسم ہے جس میں حواس خمسہ کا نظام ہے۔ اس کی کارکردگی کے نتیجہ میں خیالات اور جذبات جنم لیتے ہیں اور انسان مختلف کام سرانجام دیتا ہے۔ دوسرا اس کا ذہن ہے جو صاحبِ اختیار ہے اور قوتِ فیصلہ کا مالک ہے اور تیسرا اس کا روحانی عنصر ہے جس پر اس کی زندگی اور موت کا انحصار ہے۔

آ گہی انسان کے اندر ایک ایسے پوشیدہ انمول گوہر کی دریافت ہے جو اس پاکیزہ عظیم ذات کا عکس ہے جو اپنی بے شمار صفات کے ساتھ امن، سلامتی، صحت، طاقت اور خوشحالی کا سرچشمہ ہے۔ لہذا جب بندے کو اس کا ادراک ہوتا ہے تو اس عقلِ کُل کا پرَتو اس میں نمایاں ہونے لگتا ہے۔ اس میں بہت سی صلاحیتیں اجاگر ہو جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ کامیابیوں اور کامرانیوں سے سرفراز ہوتا ہے۔ اس کا مکمل بھروسہ اس ذات پر ہوتا ہے جس سے وہ دنیا کے غم وفکر سے آزاد ہو کر امن و آشتی کا نمونہ بن جاتا ہے۔

وہ ذاتِ پاک، روحِ انسانی کا منبع ہے۔ لہذا اس کی پہچان اور اس سے تعلق کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا زندگی کا ایک عظیم مقصد قرار پاتا ہے۔ اس کے برعکس جب انسان صرف مادی خواہشات پورا کرنے کی دوڑ میں اس سے بے پرواہ ہو جاتا ہے تو ایک قسم کے اضطراب،

Marfat.com

پریشانی اور ذہنی دباؤ میں مبتلا رہتا ہے جو آج کل کی بیشتر بیماریوں کی وجہ ہے۔

آ گہی حاصل کرنے کی مثال ایک بیج یا انڈے کی ہے جس کے اندر زندگی کی نمو ہوتی ہے۔ اسے ایک خاص ماحول درکار ہے جس میں زندگی کو پنپنے کا موقعہ ملتا ہے۔ پھر زندگی اپنا خول توڑ کر باہر نکلتی ہے اور پروان چڑھتی ہے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال انسان کے ساتھ ہے۔ اسے بھی اپنے اندر چھپی ہوئی حقیقت کو پانے کیلئے ایک ماحول درکار ہے۔ پھر اسے اپنے خول کو توڑ کر باہر نکلنا ہے۔ یہ ماضی اور مستقبل کے خیالات کا خول ہے۔ خیالات کے درمیان کا وقفہ جس میں کوئی اور خیال نہ ہو'لمحہ موجود' یا 'زمانہ حال' ہے جو ایک مکمل خاموشی ہے۔ اس وقفے میں اپنی پاکیزہ ذات یعنی اصل حقیقت کا ادراک ہوتا ہے جس سے بے شمار جسمانی، ذہنی اور روحانی صلاحیتیں اجاگر ہونے کے ساتھ تخلیقی کام کرنے کی قوت بھی بیدار ہوتی ہے۔

جیسے دودھ ڈالنے کے لئے ایک خالی اور صاف ستھرا برتن درکار ہے ویسے ہی آ گہی کے لئے ذہن کو خیالات سے خالی کرنا اور افکار و اعمال کو صاف و پاک کرنا بنیادی شرائط ہیں۔

آ گہی حاصل کرنے کے لئے مستقل مزاجی سے جہدِ مسلسل درکار ہے۔ لہذا جب بندہ اسے حاصل کرنے کی لگن میں دن کو بھی خواب دیکھنے لگتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی مدد میں لگ جاتا ہے۔ اس طرح کامیابی اس کا مقدر بنتی ہے۔ چونکہ معاشرہ افراد کا مجموعہ ہے لہذا جب ہر شخص آ گہی حاصل کرتا ہے تو معاشرہ بھی امن کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ اس لئے نہ صرف ہر غور و فکر کرنے والا انسان بلکہ تمام مذاہب بھی آ گہی کا حصول زندگی کا بڑا مقصد قرار دیتے ہیں۔ اسے آ گہی، خود آ گہی، خود شناسی یا نمودِ خودی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

آ گہی پانے کے حوالے سے ضروری ہے کہ پہلے انسانی ساخت اور نفس کی کیفیات کو سمجھا جائے تا کہ ممکنہ صلاحیتوں کے ساتھ اپنی ذات کی اصل حقیقت کا ادراک حاصل کرنے میں مدد مل سکے۔

Marfat.com

باب اول

انسانی ساخت اور اس کے تقاضے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (3)

(بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا)

1۔ فضیلتِ انس

اگر چہ انسانی جسم کے اعضاء اور ان کی کارکردگی کے بارے میں سائنسی تحقیق کے نتیجہ میں بظاہر بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے لیکن اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم بہت کم جانتے ہیں۔ اگر صرف ایک انسانی خلیے کو لیں جس میں نیویارک جیسے بڑے شہر کی طرح ہزاروں فیکٹریاں کام کر رہی ہیں لیکن انسانی ذہن ابھی تک اس کا صرف ایک سرسری جائزہ لے سکا ہے۔ دماغ، جس میں کروڑہا 'نیوران' کمال مہارت اور خاص ترکیب سے ہر لحہ سرگرمِ عمل ہیں، انسانی سوچ سے ابھی تک بالاتر ہے۔ اسطرح انسانی روح کی نوعیّت کے بارے میں اسے کچھ بھی معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" کہ روح اس کے امر سے ہے اور اس کے بارے لوگوں کو کم علم دیا گیا ہے"۔ اور یہ کہ" اللہ کے ہاتھ میں خلق اور امر ہے" اور پھر" اللہ نے آدم کی توبہ قبول فرمائی اور راہِ ہدائت دکھائی" (4) گویا یہ روح انسان کیلئے ہدائت ہے۔

پس اللہ تعالیٰ بندے کی رہنمائی کے لئے اس کے اجزائے ترکیبی اور روحانی نوعیت پر

Marfat.com

اس انداز سے روشنی ڈالتا ہے جس سے انسان دنیا میں اپنا مقام اور ذمہ داریاں سمجھ کر زندگی کے مقصد کی تکمیل کے لئے صحیح راستے کا تعین کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ترکیب عناصر سے ایک خوبصورت، عظیم اور ہمہ گیر شخصیت کے طور پر پیدا فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

☆ اس نے انسان کو بہترین ترکیب سے تخلیق فرمایا(3)۔

☆ اس نے انسان کو عزت بخشی اور بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی (5)

☆ وہ اللہ کی فطرت جس پر انسان کو بنایا گیا(6)۔

☆ اس نے جو چیز بنائی احسن بنائی اور تخلیقِ انسان کی ابتداء بجتی مٹی یعنی گارے سے کی۔ پھر ایک حقیر پانی کے خلاصے سے اس کی نسل چلائی۔ پھر اسے درست کیا۔ پھر اس میں اپنی روح میں سے پھونک دی اور تمہیں کان، آنکھیں اور دل دیے (یعنی بصیرت عطا فرمائی) کہ تم تھوڑا ہی شکر ادا کرتے ہو(7)۔

ان آیات سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اللہ نے اپنے بندے کو بڑی فضیلت عطا فرمائی ہے تاکہ وہ چھپی ہوئی صلاحیتوں کو بیدار کر کے دنیا میں اپنی پہچان کے ساتھ عظیم کام کرنے کے قابل ہو سکے۔

عروجِ آدمِ خاکی کے منتظر ہیں تمام
یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ نیلگوں افلاک
جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی
میرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لولاک

Marfat.com

2۔ روح بخاری

وَبَدَا خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ------ثُمَّ سَوّٰہُ (7)

(انسان کی تخلیق کی ابتدا بجتی مٹی سے کی، پھر اسے درست کیا)

انسان کی تخلیق کی ابتدا بجتی مٹی سے کرنے سے مراد مٹی اور پانی کے عناصر کا مرکب ہے۔ آج انسانی جسم کا کیمیائی تجزیہ بھی ثابت کرتا ہے کہ انسانی جسم کی ترکیب عناصر میں مٹی اور پانی کے اجزا پائے جاتے ہیں۔ انسان کی ہر قسم کی خوراک خواہ لحمیات ہوں، نباتات ہوں، کیمیائی مرکبات ہوں یا معدنیات، سب کا ماخذ بھی مٹی ہے۔

مٹی سے تخلیق کی ابتداء کے بعد حقیر پانی سے اس کی نسل چلانے کے بارے میں آج سائنسی تحقیق کے نتیجہ میں ہمیں پتا ہے کہ اس حقیر پانی میں بہت سی خصوصیات اور آباؤ اجداد کی یاداشت بھی پائی جاتی ہے جن کے مطابق انسان کی زندگی کا نظام ترتیب پاتا ہے۔ یہ یاداشت انسانِ اول سے آج تک جو ہمارے آباؤ اجداد کی زندگیوں کے تجربات، جذبات اور احساسات ہوتے رہے ہیں ان کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اس یادداشت میں آج کا انسان، جیسے زندگی گزارتا ہے اس کے مطابق آئندہ کے لئے تبدیلی اور اضافہ کرتا جاتا ہے۔ لہٰذا اس پر یعنی ہم سب پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ مثبت، صحت منداور پاکیزہ افکار و اعمال سے اپنی آنے والی نسل کے لئے ویسی ہی مثبت تبدیلیاں لائیں۔

اس حقیر پانی سے نسل چلانے کے بعد پھر اسے درست کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے جسمانی نظام کو ترتیب دے کر مٹی اور پانی کے عناصر کے بخارات کے نتیجہ میں ایک روح پیدا فرمائی جس سے انسان ایسی زندگی پاتا ہے جو دوسرے جانداروں سے کسی حد تک مشترک

Marfat.com

خصائل کی حامل ہے۔اس روح کو روح بخاری کا نام دیا گیا ہے(8)۔یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ اس حیوانی روح کے تحت کچھ لوگوں میں کسی جانور کی خصوصیات زیادہ پائی جاتی ہیں۔اس لئے کچھ لوگ اپنے مادی مقاصد حاصل کرنے کیلئے کبھی کبھار کشت وخون اور فساد بھی کرتے ہیں ۔لہذا جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے بارے فرشتوں کو آگاہ کیا تو غالباً اسی فساد اور خون بہانے کا اندیشہ تھا جو فرشتوں نے، دنیا میں پہلے سے موجود جانوروں کے وجود کی بنا پر، ظاہر کیا۔پس انسان ہونے کے ناتے اس حیوانی خصلت کو قابو میں رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ انسان کا لفظ کئی بار قران میں استعمال ہوا ہے۔اس کا ماخذ، انس، یعنی پیار، محبت، رغبت اور میل جول ہے۔ جب یہ صفات اس میں ہوتی ہیں تو وہ انسان کہلاتا ہے۔

روح بخاری کے حوالے سے جسمانی ضروریات کو پورا کرنے کی خواہش انسان کے اندر فطری طور پر پائی جاتی ہے۔اس لئے اس کے جائز تقاضوں کو اعتدال کے ساتھ پورا کرنا ایک ناگزیر عمل ہے؛ مثلاً حفاظت کے لئے چھت، متوازن غذا، صحت کے اصولوں کے قائم رہتے ہوئے تندرست جسم، جنسی ضرورت کا اعتدال اور اخلاقی ضابطوں کے تحت پورا کرنا وغیرہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے آسانیاں فرماتا ہے جو کوشش کرتے ہیں اور اللہ اپنے بندے کی کوشش کا پورا پورا بدلہ دیتا ہے(9)

دراصل اللہ تعالیٰ انسان کو ایسی بھرپور زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے جس کا مطمعِ نظر دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی ہو اور فرماتا ہے کہ"ان سے پوچھو تو کہ کون ہے جو زینت وآرائش کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں انہیں حرام قرار دیتا ہے"؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے روز تو خالصتاً انہیں کے لئے ہوں گی(10)۔"دنیاوی معمولات سے کنارہ کشی اور رہبانیت تو انہوں نے خود ایک نئی بات نکال لی، ہم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا"(11)۔

Marfat.com

دنیاوی زندگی کی حاجات پورا کرنا ایک امتحان بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے سے منع فرماتا ہے اور اعتدال پر مبنی زندگی گزارنے کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ ''جو چیز زمین پر ہے ہم نے اسے زمین کے لئے سجایا تا کہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے کام کرتا ہے اور اس کی نعمتوں کا شکر کون بجالاتا ہے'' (12)۔ چونکہ روح بخاری کے حوالے سے انسان کی خواہشات، محسوسات اور جذبات پیدا ہوتے ہیں لہذا انہیں نیک اعمال کا ذریعہ بنانا اللہ تعالی کا منشا ہے۔

بہر حال جسمانی تقاضوں کو اعتدال کے ساتھ پورا کرنا نہائت اہم ہے جس کے بغیر انسان ایک ہیجانی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے اور اپنی حقیقت کو پانے کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ اگر چہ یہ انسان کی بنیادی ضرورتیں ہیں لیکن زندگی کا مقصد نہیں جو اس سے عظیم تر ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ '' تمہارا مال اور اولاد ایسی چیز نہیں کہ تمہیں ہمارا مقرب بنادے مگر جو ایمان لایا اور نیک کام کئے (13)۔

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

جسم کی بنیاد پر تعلق ایزدی۔ انسان کا مٹی سے تخلیق ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے تعلق، روح کے علاوہ جسم کی بنیاد پر بھی پایا جاتا ہے۔ انسانی جسم خلیوں کا مجموعہ ہے اور یہ خلیے ایٹموں کی ترتیب سے بنتے ہیں۔ اگر چہ پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ ایٹم کو مزید توڑا نہیں جا سکتا لیکن اب یہ نظریہ ہے کہ اس کا کوئی بھی حصہ ٹھوس نہیں بلکہ ایک قسم کی توانائی ہے۔ اس توانائی یا انرجی کو نور سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ پس اللہ تعالی کا یہ ارشاد کہ '' وہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے'' اس بات

Marfat.com

کی دلیل ہے کہ باقی مادے کی طرح انسانی جسم بھی ایسی توانائی یا نور سے تخلیق پایا ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اسطرح جسم کے حوالے سے بھی بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔

ہر اک ذرّے میں ہے شاید مکیں دل
اسی جلوت میں ہے خلوت نشیں دل

3۔ روحِ علوی

وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (7)

(اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دی)

روح کی بنیاد پر تعلقِ ایزدی: انسان کی تخلیق کے مراحل کے بارے خطاب جاری رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کو درست کرنے کے بعد اس میں ''اپنی روح میں سے پھونک دی''۔ اس طرح انسان میں اپنی روح اتار کر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے خاص ذاتی تعلق سے نوازا اور اپنی بہت سی صفات کا پرتو یعنی عکس اس کے اندر ودیعت فرمایا۔ انسان کے اندر اس روحِ الٰہی کو 'روحِ علوی' کا نام دیا گیا ہے (8)۔ اس بات کی مزید دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ بیان ہے جو انسان کے تخلیقی مراحل کی تفصیل کے آخر میں ہے کہ ''پھر ہم نے اسے ایک نئی مخلوق پیدا کیا (14)۔

Marfat.com

اس بنا پر انسان کے اندر ایسی صلاحیتیں پوشیدہ ہیں جنہیں اجاگر کر کے وہ دنیا اور بعد کی ہر دو زندگیوں میں کامیابی، امن اور سلامتی پا سکتا ہے۔

انسان کے اندر اس روح کو مادی زندگی نے تہ بہ تہ ڈھانپ رکھا ہے۔ اس میں جسم یعنی حواسِ خمسہ اور ذہن یعنی خواہشات کے خول ہیں جس بنا پر انسان خوشیاں اور امن حاصل نہیں کر پاتا۔ لہذا اس پوشیدہ حقیقت کو پانے کی ابتدا تزکیہ نفس اور ارتکاز کے عمل سے ان تہوں کو ایک ایک کر کے اتارنے سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا انسان کے اندر اپنی روح ودیعت کرنے کے حوالے سے ایک خاص بات جو قابل غور ہے وہ یہ کہ اس سے متعلق درج شدہ آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اندازِ خطاب اپنی روح پھونکنے سے پہلے کی حالت تک بالواسطہ تھا اور ''اُسے'' کہہ کر ارشاد فرمایا لیکن اپنی روح اتارنے کے بعد اُسے براہ راست مخاطب کر کے فرمایا کہ ''تمہیں کان اور آنکھیں اور دل یعنی مراکزِ حواس دیئے اور تم تھوڑا ہی شکر ادا کرتے ہو''۔ لہٰذا انسان کو ''تمہیں'' اور، تم، کہہ کر خطاب فرمانے سے ظاہر ہے کہ اپنی روح میں سے پھونک کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ اس سے ہم کلام ہو سکے۔

یہ ایک بہت بڑی سعادت ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ اپنے خالق و مربیّ کے ساتھ، اس کا بندہ ہونے کے تعلق کو استوار کرے جو اس کی روح کی پکار ہے۔ اسطرح بندہ جب اپنے رب سے تعلق جوڑ لیتا ہے اور پھر ہر وقت اس سے رابطے میں رہتا ہے تو اسے دنیا کی فکر نہیں رہتی۔ وہ اپنے سارے کام دیانتداری اور محنت سے کرتا ہے لیکن توکل اپنے خالق پر ہوتا ہے جس سے اس کے سب کام خود بخود صحیح طور پر سرانجام پاتے ہیں کیونکہ اللہ جو عرش عظیم کا رب ہے اس کا وکیل اور محافظ بن جاتا ہے۔

روحِ علوی کے حوالے سے امن اور سلامتی جیسی الوہی صفات، انسانی فطرت کا جزو

Marfat.com

قرار پاتی ہیں۔ یہ ہی انسان کی اصل حقیقت ہے۔ لہذا اس کی پہچان یا آ گہی، اس کا ویسا ہی فطری تقاضا ہے جیسے روح بخاری کے حوالے سے جسم کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جب تک ایسا نہیں کرتا وہ ایک روحانی کرب اور ذہنی بے چینی میں مبتلا رہتا ہے۔ اس کی مثال سمندر اور پانی کے قطرے سے دی جا سکتی ہے۔ پانی سمندر سے بھاپ بن کر اڑتا ہے اور بارش بن کر بستیوں، میدانوں، کھلیانوں، جنگلوں اور پہاڑوں پر قطروں کی صورت میں برستا ہے۔ پھر ندی نالوں اور دریاؤں سے ہوتا ہوا آخر کار واپس سمندر سے جا ملتا ہے۔ جب تک سمندر سے مل نہیں پاتا وہ ایک تڑپ میں مبتلا رہتا ہے حالانکہ وہ اس حقیقت سے بے خبر ہوتا ہے کہ وہ سمندر کا ہی ایک قطرہ ہے۔ انسان بھی کچھ ایسی ہی صورت حال سے دو چار ہے۔ چونکہ وہ اپنی اصل سے جدا ہے لہٰذا وہ بھی پریشانی اور ایک تڑپ میں مبتلا رہتا ہے اور اسے بھی اپنے اصل سے وصل کے لئے، جو آنے والی زندگی کی معراج ہے، ایک خاص راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے جسے ہم نظریۂ حیات کہتے ہیں۔ بحر حال جب ایک فرد اس دنیا میں قطرے کی حیثیت سے اس بے کراں سمندر کا ادراک پاتا ہے جس کا وہ عکس ہے تو اس کے بہت سے اوصاف اپنے اندر جذب کر لیتا ہے جس سے وہ مجسم امن بن جاتا ہے۔

سنا ہے خاک سے تیری نمود ہے لیکن
تری سرشت میں ہے، کوکبی و مہتابی
تری نوا سے ہے بے پردہ زندگی کا ضمیر
کہ تیرے ساز کی فطرت نے کی ہے مضرابی

Marfat.com

4۔ روح بخاری اور روح علوی کا امتزاج

سُبْحٰنَ الَّذِی خَلَقَ الْاَ زْوَاجَ کُلَّھَا (15)

(پاک ہے وہ ذات جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کئے)

انسان کے اندر روحِ بخاری اور روحِ علوی کے حوالے سے خاکی اور نوری یعنی کثافت اور لطافت ہر دو کا وجود اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر ہے کہ اس نے انسان کو ''دونوں ہاتھوں سے بنایا'' (16)۔ انجیل کے مطابق بھی انسان کے اندر دو روحیں ہیں۔ ایک کا نام سول اور دوسری سپرٹ ہے یعنی ایک حیوانی اور ایک پاکیزہ روح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ اس نے ہر چیز کے جوڑے بنائے اس پر دلیلِ قاطع ہے۔ لہذا بدن اور روح کا ایک دوسرے پر انحصار ہے۔ اگر چہ ان دونوں کی احتیاج کو ایک اعتدال کے ساتھ پورا کرنا ایک فطری تقاضا ہے لیکن جسم کی ضروریات بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ بھلا ایک بھوکا یا جسمانی یا ذہنی طور پر بیمار شخص اپنی روح کی طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہے اور اس طرح اپنی حقیقت کی پہچان کے بغیر اطمینان قلب یا امن کیسے پا سکتا ہے؟ انہیں پورا کرنے کے ساتھ یہ بھی اہم ہے کہ افکار و اعمال کی پاکیزگی ہو اور توجہ میں یکسوئی ہو۔

اوپر بیان کردہ وضاحت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان ایک طرف حواسِ خمسہ کا مالک ہے جس سے وہ مادی دنیا کا ادراک حاصل کرتا ہے اور دوسری طرف اس کے اندر اس عظیم فطرت یعنی اللہ عزّ وجل کا پرتَو بھی ہے جسے پانے کے لئے اس میں ہر وقت ایک فطری خواہش اور تڑپ موجود رہتی ہے۔

Marfat.com

ہے ذوقِ تجلی بھی اِس خاک میں پنہاں
غافل ! تو نرا صاحبِ ادراک نہیں ہے
توڑ ڈالے یہی خاک طلسمِ شب و روز
گرچہ الجھی ہوئی تقدیر کے پیچاک میں ہے

5۔اللہ کی فطرت پر تخلیقِ انسان

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَالنَّاسَ عَلَیْهَا (6)
(وہی اللہ کی فطرت جس پر انسان کی فطرت بنائی)

انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی فطرت کا عکس بھی پایا جاتا ہے۔اس سے متعلق رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ:''انسان فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن بعد میں اس کے ماں باپ اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں''۔ پھر آپ ﷺ نے قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت فرمائی(17):''پس تم سب سے منہ موڑ کر اپنا رخ دین کی طرف قائم کرو، وہی اللہ کی فطرت جس پر لوگوں کی فطرت بنائی۔اللہ کی تخلیق نہیں بدلتی۔یہی دین سیدھا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔پس یہ فطرت کی پکار ہے کہ بندہ اپنی اصل حقیقت پہچانے اور اس کی طرف لوٹے۔

یہی آئینِ قدرت ہے، یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل پہ گامزن، محبوبِ فطرت ہے

Marfat.com

باب دوم

منبعِ ارواح اور انسانوں میں رشتے کی نہج

1۔ اللہ کی اپنے بندوں سے محبت

اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ (18)

(بیشک میرا رب رحم اور محبت کرنے والا ہے)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے روح کے فطری تعلق کی بنا پر محبت کرتا ہے۔ لہٰذا ان کی بھلائی اور رہنمائی کی خاطر اپنے پیغمبر بھیجتا رہا ہے اور انہیں یہ بھی بتاتا ہے کہ

''بیشک وہ اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' (18)

اور ان الفاظ میں اپنی طرف بلانے کے لئے آواز دیتا ہے کہ

''تم اپنے رب سے بخشش مانگو اور توبہ کے ساتھ اس کی طرف پلٹ آؤ۔ بے شک تمہارا رب بڑا رحم کرنے، بخشنے اور محبت کرنے والا ہے'' (19)۔

یہ اللہ کی اپنے بندے سے محبت کا تقاضا ہے کہ اسے اپنے ساتھ ہم کلام ہونے کی استعداد بخشی۔ اسے صاحب اختیار بنایا۔ ہر قسم کے علوم اس کی میں گدّی داخل فرمائے اور فرشتوں سے سجدہ کروایا۔ جو کچھ زمین میں ہے اس کے لئے تخلیق کیا اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اس کے لئے مسخر کر دیا۔ سورج، چاند، ستارے، دن، رات اور دریا، گویا سب کو اس کے کام پر لگا دیا اور اس کے تابع کر دیا۔ اس طرح اسے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا۔ اسے بہت سی مخلوق پر امتیاز بخشا اور جس نے اس سے محبت کی اسے تمام مخلوق پر فضیلت بخشی۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''اللہ کے لئے سب سے محبوب یہ ہے کہ اس کا بندہ ہونے کے ناطے محبت سے اس کی اطاعت کرے اور نوافل (یعنی نیکی کے کاموں) سے اس کے قریب آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس طرح، جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ کام کرتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ جب وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے مغفرت مانگتا ہے تو اس کی مغفرت کرتا ہوں اور اگر وہ میری حفاظت چاہتا ہے تو میں اس کی حفاظت کرتا ہوں'' (20)۔

2۔ بندوں میں منبع ارواح کیلئے محبت

يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْ نَهٗ (21)

(اللہ ان سے محبت کرتا ہوگا اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہوں گے)

اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو بندے کے اندر بھی اللہ تعالیٰ کی روح کی بناء پر اپنے منبع ارواح کے لئے چھپی ہوئی محبت موجود ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان دنیا میں ہر قسم کی کامیابیاں، دولت، عزت، شہرت اور طاقت سب کچھ ہونے کے باوجود انہیں اور زیادہ حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے لیکن سب کچھ ملنے کے باوجود بھی اطمینانِ قلب حاصل نہیں کر پاتا۔ اس طرح وہ ایک اضطراب کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے۔ اطمینانِ قلب اس وقت ملتا ہے

Marfat.com

جب بندہ اس روح کی آواز کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو اس کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ یہ اس کی روح کا درد ہے۔ اس درد کی عکاسی کرتے ہوئے مولانا رومؒ بڑے خوبصورت انداز میں اپنی مثنوی کا آغاز اس شعر سے کرتے ہیں۔

بشنو از نے چوں حکائیت می کند
و ز جدائی ہا شکائیت می کند
(سنو بنسری کیا کہانی سنا رہی ہے وہ جدائی کی شکایت کر رہی ہے)۔

اس حکایت و شکایت سے مراد انسان کی روح کا پاک نورانی منبع ارواح سے جدائی کا رونا ہے جو وصلِ محبوب کے لئے بے قرار ہے اور نالۂ جدائی اسے محبوب کی یاد دلاتا ہے۔ پس بندے کا اپنی چھپی ہوئی پاکیزہ روح کی پہچان اور اس سے محبت کا تعلق پیدا کرنا ایک فطری تقاضا ہے۔

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر حریمِ کبریا سے آشنا کر

3۔ باہم انسانوں میں اخوت

وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا (22)
(اور جس نے کسی ایک کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچایا)

مشترک روحانی تعلق: روحِ علوی کو باہم انسانی تعلقات کے حوالے سے بھی بہت

Marfat.com

اہمیت حاصل ہے۔ یہ آپس کے رشتوں کی پہچان ہے کیونکہ تمام انسان اپنے منبع ارواح کی وساطت سے آپس میں منسلک ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ سے تعلق کی نہج کی نسبت تمام انسانوں سے وحدت کا رشتہ قائم ہے۔ لہٰذا جب انسان اپنی اس پاکیزہ روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو باہم تعلقات کو مضبوط بنیادوں پر مستحکم پاتا ہے اور اس میں اعلیٰ انسانی قدریں جنم لیتی ہیں؛ مثلاً اخوت و رواداری، محبت و یگانگت، وفا و ایثار، تحمل و برداشت، انسانی خدمت کے جذبات وغیرہ۔ ایسی اقدار پورے ماحول پر اثر انداز ہو کر اس میں حسن پیدا کرتی ہیں جس سے معاشرے میں مسرت و انبساط اور امن و تحفظ کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

خونی رشتہ: جس طرح روحانی طور پر سب لوگ باہم مربوط ہیں، خونی رشتے کی بناء پر بھی سب ایک دوسرے سے منسلک ہیں جیسا کہ درج ذیل آیات سے ظاہر ہے۔

''اے لوگو! اپنے رب سے تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کر کے ان دونوں سے مرد اور عورتیں کثرت سے پھیلا دیئے۔ اللہ سے ڈرو جس کے واسطے تم آپس میں سوال کرتے ہو اور رشتے توڑنے سے ڈرو، بیشک اللہ تم پر مہربان ہے'' (23)۔

پھر انسان کے مختلف قوموں اور قبیلوں میں بٹنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ان کی مختلف قومیں اور قبیلے اس لئے بنائے تا کہ ایک دوسرے کی پہچان کر سکیں لیکن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ فضیلت والا وہ ہے جو متقی ہے'' (24)۔

گویا گروہی، قومی، مذہبی اور رنگ و نسل کے اختلافات روحانی اور خونی رشتے کو نہیں توڑ سکتے۔ چونکہ یہ رشتے باہم انس و محبت کے جذبات کا تقاضا کرتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

Marfat.com

''جس نے ایک کو، بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد پھیلاتا ہو، قتل کیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کا قتل کیا اور جس نے ایک کی جان بچائی تو گویا اس نے ساری انسانیت کو بچایا (22)۔

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر اپنے پہلے خطبے میں فرمایا کہ'' ایک دوسرے سے محبت کرو کیونکہ اللہ نے تمہارے اندر اپنی روح اتاری ہے'' (25)۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ'' اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے بھی خوش نصیب ہوں گے جو نبی یا شہید تو نہیں لیکن قیامت کے دن بہت سے انبیاء اور شہداء ان کے اللہ سے خاص قرب کی وجہ سے ان پر رشک کریں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے، جنہوں نے بغیر کسی رشتہ اور قرابت کے اور بغیر کسی لین دین کے، روحِ الٰہی کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کی (۲۴)۔ رسول اللہ ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع ایک عالمی دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ'' اے لوگو!۔۔۔ بلا شبہ تمہارے خون (جانیں)، تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو قیامت تک ایک دوسرے پر حرام ہیں''۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلا تفریق مذہب، رنگ، نسل ہر شخص کی جان کا تحفظ نہائت قابلِ عزت عمل ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق انسانوں میں روحِ الٰہی کی وجہ سے باہم محبت کرنے والے کا رتبہ بہت بلند ہوگا اور سب کی جان و مال اور عزت کی حفاظت ایک فرض کی حیثیت کی حامل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے، پس بہترین شخص وہ ہے جو خدا کے کنبے کے ساتھ احسان کرے (26)۔

یہ پہلا سبق تھا کتابِ خدا کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

Marfat.com

بہر حال معاملہ خواہ انسانی رشتوں کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کا ہو، اپنے لئے اطمینان قلب حاصل کرنے کا یا وسیع بنیادوں پر امن حاصل کرنے کا، سب کے لئے بنیادی ضرورت اپنے اندر موجود پاکیزہ روح کا ادراک پانا ہے۔ پس انسان جب آگہی حاصل کر لیتا ہے تو وہ اپنی صلاحیتوں کو انسانی بہبود اور بھلائی کے کاموں میں صرف کرتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کے جسم کا ہر ایک خلیہ ہم آہنگی سے کام کرتے ہوئے دوسرے خلیوں کی ضروریات پوری کر رہا ہے جس سے اس کا جسم صحت منداور توانا ہے تو وہ خود بھی ہم آہنگی اور محبت کی چلتی پھرتی تصویر بن کر معاشرے کو پرامن بناتا ہے۔

4۔ روح کا تاریک دور

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ (27)

(کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے خواہشِ نفس کو معبود بنا رکھا ہے)

موجودہ دور میں مادی ترقی کے حصول کی خاطر انسان اپنی پاکیزہ روح سے بیگانہ ہوتا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ آج نفسیات کے میدان میں فلسفیانہ سوچ، روح کے تصور کو آہستہ آہستہ ختم کرتی جا رہی ہے۔ لہذا یہ روح سے بے اعتنائی کا نتیجہ ہے کہ ہر شخص پریشان ہے اور بے اطمینانی اور ذہنی تناؤ کا شکار ہے جس سے کئی ذہنی اور جسمانی بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ روح کے تصور کے حوالے سے اس دَور کو روح کا تاریک دور کہہ سکتے ہیں۔ روح کی اس بے اعتنائی سے امنِ عالم برباد ہوتا نظر آ رہا ہے۔

Marfat.com

تنِ بے روح سے بے زار ہے حق
خدائے زندہ، زندوں کا خدا ہے

دراصل یہ انسان کا جسم نہیں جو روح کا تجربہ کرتا ہے بلکہ اس کی روح ہے جو جسم کا تجربہ کر کے اس دنیا سے چلی جاتی ہے۔ پس روح کو موت واقع نہیں ہوتی۔ وہ صرف جسم چھوڑ دیتی ہے۔ اس حقیقت کا انکشاف اس وقت ہوتا ہے جب انسان آ گہی حاصل کر لیتا ہے۔

لہٰذا آج کی سب سے بڑی فطری ضرورت، جسم کے علاوہ اپنی روح کی طرف بھی متوجہ ہونا ہے۔ اسلام اس طرف رہنمائی بہم پہنچاتے ہوئے انسان کو اس زندگی میں اپنے خاکی جسم کے اندر پاک روح سے متعارف کراتا ہے اور اس پاک روح کے رنگ میں رنگتے ہوئے آ گہی سے ہمکنار کرتا ہے۔ اس طرح جب سب لوگ آ گہی پاتے ہیں تو ان میں وحدت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے جس سے پورا معاشرہ امن کا گہوارہ بن جاتا ہے اور یہ اختیار انسان کو حاصل ہے۔

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا
وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے
جسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا

Marfat.com

5۔ روحِ علوی اور اختیار

اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ (28)

(یہ مہلت صرف اس دن تک ہے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائینگی)

ساری کائنات اللہ عزّ وجل کے اختیار، ارادے اور حکم سے تخلیق پائی ہے۔ دنیا کی کسی مخلوق کو اختیار حاصل نہیں، خواہ جان دار ہو یا بے جان، سب دیئے گئے اصول' قواعد اور نظام کے تحت سرگرمِ عمل ہیں؛ مثلاً تمام اجسامِ فلکی اپنے اپنے مدار میں سفر کر رہے ہیں اور ہر جانور اپنی اپنی فطرت پر قائم ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی سیّارہ اپنا راستہ بدل لے یا کوئی جاندار یا بے جان اپنی فطرت سے روگردانی کرے۔

دنیا میں اختیار اور ارادہ اگر کسی کو حاصل ہے تو وہ انسان ہے۔ یہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی روح کے پرتو کا نتیجہ ہے۔ یہ اختیار انسان کو اپنے افکار و اعمال پر پوری طرح سے ہے لیکن وہ کب اور کہاں پیدا ہو، ظاہر ہے، اس پر اسے اختیار حاصل نہیں۔

اختیار کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کا ایک قول ہے کہ انسان اپنے اختیار سے ایک ٹانگ پر کھڑا رہ سکتا ہے لیکن دونوں ٹانگوں کے بغیر ممکن نہیں۔

جیسے بیان کیا جا چکا ہے کہ انسان کا جسم وہ لباس ہے جس کے اندر روح اس دنیا کا تجربہ کر کے جہاں سے آئی ہے واپس لوٹ جاتی ہے۔ لہٰذا یہ جسم اس کے لئے ذریعہ سکون و ثبات بن سکتا ہے اور اذیّت و عذاب بھی، لیکن یہ اختیار اس وقت تک حاصل ہے جب تک یہ لباس یعنی جسم قائم ہے۔ پس یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ اپنی حقیقت کو پہچان کر سکون و ثبات حاصل کر لے یا اس سے بے خبر رہ کر اذیّت و عذاب پائے۔

Marfat.com

اختیار کا اختتام: موت کے بعد انسان کا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور محسوسات ہیں جو جنت یا دوزخ کا ادراک پاتے ہیں۔ پس انسان کو اختیار استعمال کرنے کی مہلت صرف اس زندگی میں حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''جب قیامت کا روز ہوگا تو گنہگار کہیں گے کہ اے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہمیں واپس بھیج دے تاکہ نیک عمل کریں۔ اور کہیں گے اے کاش! ہم پھر دنیا میں لوٹا دیئے جائیں تاکہ اپنے پروردگار کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور مومن ہو جائیں اور التجا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مہلت عطا فرما تاکہ ہم تیری دعوت قبول کریں لیکن وہ واپس نہ جاسکیں گے'' (29)۔

پس یہ بندے کے اختیار میں ہے کہ وہ اس دنیا کی زندگی میں اپنے اندر کی اس پاکیزہ روح کو پہچان کر اس سے تعلق قائم رکھے۔

خودی میں ڈوب جا غافل یہ سرِّ زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہو جا

Marfat.com

باب سوم

آگہی اور کیفیاتِ نفس

1۔ خودی کا تصور

مَنْ عَرِفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرِفَ رَبَّہٗ

(جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا)

اگر نفس انسانی کی ترکیب میں غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ اس کے اندر ایک شعوری ذات ہے جسے خودغرض ''انا'' کہہ سکتے ہیں۔ یہ خودستائی، خودنمائی، خود پسندی اور غرور و تکبر سے مرکب ہے جو انسانوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرتے ہیں۔ اس میں لینے کی حرص دینے کے ایثار پر غالب ہے۔ اس میں محض شور ہے غور نہیں۔ اس میں فکر و پریشانی کے ساتھ راحت و سکون ناپید ہے۔ اس میں انسان ایسی چیزوں اور خواہشات کو اپنا آخری مطمحِ نظر بنالیتا ہے جو مادی زندگی قائم رکھنے کے لئے ضروری تو ہیں لیکن انہیں ثبات حاصل نہیں جیسے ذرائع روزگار، مادی چیزوں کی ملکیت، جسم کی خوبصورتی یا پھر کوئی ایسا نظریہ یا سوچ وغیرہ جو ہمارے ذہنی تناؤ اور انتشار کی وجہ بنتے ہیں۔ یہ روحِ بخاری کا عکس اور مادیت کا اظہار ہے۔

دوسری ذات ''خودی'' ہے جسے شعور بالا کہہ سکتے ہیں۔ اس میں محبت، ہمدردی اور عفوو درگزر ہے۔ اس میں دینا ہے لینا نہیں یعنی ایثار و قربانی ہے۔ یہ عقل و حکمت، نیکی و محبت، امن و سلامتی، قوت و توانائی کا سرچشمہ اور انسانوں کے ملاپ کا ذریعہ ہے۔ یہ اطمینان قلب یعنی نفس مطمئنہ اور روح کی سچائی ہے۔ یہ روحِ علوی ہے جس کے ادراک سے انسان اپنی زندگی کی

Marfat.com

تکمیل کرتا ہے۔ پس نمود خودی آ گہی ہے اور 'آ گہی' کا حصول 'انا' سے 'خودی' کا سفر ہے جو جسم، ذہن اور روح کے درمیان ہم آہنگی سے طے ہوتا ہے۔

یہ ہے مقصد گردشِ روزگار
کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار

خودی کے حوالے سے علامہؒ کا درج ذیل شعر اکثر زبانِ خلق پر ہوتا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

خودی کو بلند کرنے کا تصوّر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جب انسان روحِ بخاری کے زیرِ اثر اپنی 'خود غرض انا' کو تزکیۂ نفس اور اخلاقِ فاضلہ سے مزیّن کرتے ہوئے کردار کی بلندی، عبادات وریاضت اور ارتکاز کے عمل سے مستحکم کرتا ہے تو اپنے اندر 'روح علوی' کا ادراک پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے اندر سمو کر سوال و جواب کی حدود سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود عبدیت کی حقیقت اپنی جگہ قائم اور مقدّم رہتی ہے۔

اگر چہ علامہ اقبالؒ نے روح علوی کا ذکر نہیں کیا لیکن ان کے درج ذیل اشعار اسی حقیقت کے ترجمان ہیں۔

Marfat.com

خودی کیا ہے ؟ رازِ درونِ حیات!
خودی کیا ہے ؟ بیداریٔ کائنات!
خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

اس سے یہ حقیقت صاف ظاہر ہے کہ آ گہی سے اللہ اور اس کے بندے کے درمیان پردہ اُٹھ جاتا ہے۔ حلاجؒ کا کلمہ ''اَنَا الْحَق'' (میں سچائی یعنی خدا ہوں) دراصل اسی حقیقت کا برملا اظہار تھا جسے ناسمجھی کی بنا پر کفر والحاد قرار دیا گیا اور حلاجؒ کو سولی پر لٹکا دیا۔

پس آ گہی یا نمود خودی، انسان کے اندر وہ عظیم انکشاف ہے جو نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے روشناس کراتا ہے بلکہ اسے اپنے اندر سمو لیتا ہے۔ اس سے ایسا جوش وولولہ پیدا ہوتا ہے جس کی پرواز انسان کو ستاروں سے بھی آگے لے جاتی ہے اور جس کی منزل لامتناہی ہے۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

Marfat.com

2۔ نمودِ خودی میں نفس کا کردار

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰاھا فَاَلْھَمَھَا فُجُورَھَا وَ تَقْوٰاھَا (30)

(قسم ہے نفس کی اور جس نے اسے ٹھیک بنایا، پھر اس میں فجور اور تقوٰی الہام کر دیئے)

آ گہی پانے کے لئے تزکیہ نفس بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ اس کے لئے آیت بالا سے رہنمائی ملتی ہے۔ اگر چہ برائی اور اچھائی دونوں نفس میں موجود ہیں لیکن اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وہ فلاح پا گیا جس نے اس کا تزکیہ کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اسے آلودہ کیا(30)۔

آشکارہ ہے یہ اپنی قوّتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی
اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِّ آدم ہے ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی

قران مجید کی مختلف آیات میں نفس کا استعمال روح، جان، قلب، وجود، مزاج، طبیعت اور فطرت کے معنوں میں ہوا ہے۔ اس طرح نفس، انسان کی پوری شخصیت کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ ہمارے ادراک کا ذریعہ ہے۔ اس کے ایک پہلو کا تعلق حواسِ خمسہ سے ہے اور دوسرے کا وجدان سے جس کے ذریعے آ گہی حاصل ہوتی ہے۔ لہذا پہلے اس کی مختلف شعوری کیفیات کو علم نفسیات کے حوالے سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

3۔ علمِ نفس اور شعوری کیفیات

وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (31)

(ہم نے دونوں راستے سمجھا دیے)

نفس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے پہلے دماغ اور ذہن کی کیفیات کو سمجھنا ضروری ہے۔

دماغ: جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ انسانی دماغ، جسم کے باقی اعضاء کی طرح ایک مادی جزو ہے لیکن یہ ذہن نہیں ۔جس طرح ہاتھ سے حرکت واقع ہوتی ہے لیکن ہاتھ حرکت نہیں یا پاؤں سے فاصلہ طے کیا جاتا ہے لیکن پاؤں فاصلہ نہیں' اسی طرح دماغ سوچتا ہے لیکن دماغ سوچ یا خیال یا ذہن نہیں۔ دماغ صرف سوچ کا ذریعہ بنتا ہے۔ پس یہ کمپیوٹر کی طرح ایک مشین ہے جس میں جیسا ڈالتے ہیں ویسا ہی نکلتا ہے۔

ذہن۔ دماغ کو استعمال کرنے کے لئے ایک ذہن ہے۔ یہ کہاں ہے؟ اس کے بارے میں ایک مکتب فکر کا خیال ہے کہ یہ دل میں ہے۔ دوسرے اسے دماغ کے اندر، کچھ اسے پیٹ میں جبکہ بعض اسے آنکھوں کے درمیان ماتھے میں تیسری آنکھ کا نام دیتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ انسان کے جسم کے باہر اس کے 'اورا' یا 'ایتھر' میں ہو جو ایک غیر مرئی ہیولہ کی شکل میں ہوتا ہے اور جس کی ایک خاص کیمرے سے تصویر کشی ممکن ہے۔ بہر حال یہ بات صاف ظاہر ہے کہ دماغ جسم کا ایک مادی جزو ہے اور ذہن اس دماغ کو استعمال کرنے کی قوت ہے جس سے سوچ یا خیال پیدا ہوتا ہے۔ یہ خیالات ایک خاص قسم کی لہروں کی شکل میں ہوتے ہیں۔

Marfat.com

ذہن کی کیفیات:

ماہرینِ نفسیات ذہن کی تین کیفیات بیان کرتے ہیں۔ شعور، تحت الشعور اور لاشعور جسے شعورِ بالا بھی کہہ سکتے ہیں۔ شعور، حواس خمسہ سے ادراک پاتا ہے۔ تحت الشعور یاداشت رکھتا ہے اور جسمانی نظام چلاتا ہے اور شعور بالا فطرت سلیمہ ہے۔ کائناتی شعور، جو عقلِ کُل ہے، ان سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

شعور: انسان کی ظاہری سوچ اس کے شعور کا نتیجہ ہے۔ شعور پر باہر کا ماحول اور حالات اثرانداز ہوتے ہیں۔ اسی سے زندگی کا احساس ہوتا ہے اور یہی ایک دوسرے سے تعلقات کا ذریعہ ہے۔ اسی کے ذریعے اچھا یا بُرا فعل سرزد ہوتا ہے۔

تحت الشعور: تحت الشعور، شعور کے نیچے ایک بڑے سمندر کی مانند ہے جو ہمہ وقت مصروف کار رہتا ہے اور کبھی غافل نہیں ہوتا۔ اس کے بہت سے کام ہیں۔ یہ جسم کے نظام کو خود بخود چلاتا ہے؛ مثلاً دل کی حرکت، خون کی گردش، نظامِ تنفس، ہارمونز اور ہاضمہ کا نظام، جسم سے زہریلے مادوں کا اخراج، بائیوکیمیائی عمل وغیرہ وغیرہ جو بغیر شعوری آگاہی کے زندگی کو قائم ودائم رکھے ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ تحت الشعور تمام تجربات کی، جو انسان شعوری طور پر اپنے حواس خمسہ کے ذریعہ کرتا ہے، یاداشت یعنی ریکارڈ رکھتا ہے۔ اگر چہ اس کا احساس شعور کو نہیں ہوتا لیکن جو تصویر آنکھ ایک بار دیکھ لیتی ہے یا کوئی آواز جو کان سن لیتے ہیں، یہ ان کو بھی اپنے اندر محفوظ کرتا جاتا ہے۔ اس طرح ایک آدمی جو دن بھر کام کرتا ہے، سال بھر میں کم وبیش ایک سو کھرب سے بھی زیادہ یادیں جمع کرتا ہے۔ ان میں سے شعور میں صرف وہی آتی ہیں جن کو شعور میں لانے کے لئے انسان ارادی طور پر اپنے ذہن میں محفوظ کرتا ہے یا وہ باتیں جو اس کے ذہن پر

Marfat.com

خصوصیت سے اثر انداز ہوتی ہیں۔ نیز تحت الشعور میں جو کچھ خاص طور پر ارادے سے داخل کیا جائے وہ بھی ریکارڈ ہو جاتا ہے اور اس کے مطابق زندگی متاثر ہوتی ہے۔ پس انسان جو بھی اچھا یا بُرا فعل، ارادتاً یا غیر ارادی طور پر کرتا ہے وہ تحت الشعور میں ریکارڈ ہو جاتا ہے۔ گویا ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی اچھائی اور برائی کا ریکارڈ تحت الشعور میں محفوظ ہوتا جاتا ہے۔

آج سائنسی تحقیق کے نتیجہ میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انسان کے ہر خلیے میں 'ڈی۔ این۔ اے' پایا جاتا ہے جس میں ساری یادداشت جمع رہتی ہے۔ اس طرح تحت الشعور ڈی۔ این۔ اے میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں انسان جو کچھ اپنے تحت الشعور میں داخل کرتا ہے وہ جسم کے ہر ایک خلیے میں سرایت کر جاتا ہے۔ ڈی۔ این۔ اے مرنے کے بعد بھی تباہ نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا درج ذیل ارشاد ہے۔

''تم دنیا میں جرائم کرتے وقت جب چھپتے تھے تو تمہیں یہ خیال نہ تھا کہ کبھی تمہارے اپنے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہارے جسم کی کھالیں تم پر گواہی دیں گی (32)۔'' اور ''یقیناً آنکھ' کان اور دل سبھی کی باز پرس ہوگی اس کی جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پیر گواہی دیں گے'' (33)۔

تحت الشعور کا ایک اور کام شعور اور شعور بالا کے درمیان روابط رکھنا ہے۔ اس طرح یہ شعورِ بالا کے تحت ضمیر کا کام کرتا ہے۔ لہٰذا بندہ جب کوئی اچھا کام کرتا ہے تو اسے اطمینان اور خوشی محسوس ہوتی ہے اور کوئی برا فعل سرزد ہونے پر اس کا ضمیر ملامت کرتا ہے۔

شعورِ بالا: یہ وہ شعور ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے انسان کے اندر موجود روحِ علوی کی وجہ سے فطری طور پر موجود ہے۔ یہ انسان کی فطرتِ سلیمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس آیت کے مصداق ہے کہ ''وہی اللہ کی فطرت جس پر انسان کی فطرت بنائی گئی۔'' جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ یہ عقل و حکمت، نیکی و محبت، امن و سلامتی، قوت و توانائی کا سرچشمہ

Marfat.com

اور انسانوں کے ملاپ کا ذریعہ ہے۔ یہ اطمینانِ قلب یعنی نفس مطمئنہ اور روح کی سچائی ہے۔ اس کے ذریعہ دنیا کے سب لوگ وحدت کے رشتہ سے منسلک ہیں۔ اسے شعورِ مشترک بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے درمیان کسی خاص وجہ سے قرابت داری کا گہرا رشتہ قائم ہو، کبھی کبھار ان کے بارے میں بغیر بتائے کسی ایک واقعہ کا علم ہو جاتا ہے۔ اس طرح پاکیزہ ارواح بھی کبھی کبھی ایسے لوگوں سے رابطہ کرتی ہیں جن کے ساتھ ان کا کسی خاص حوالے سے گہرا تعلق موجود ہوتا ہے۔ پس روحانی پیام رسانی، وجدان، الہام، وغیرہ شعور بالا سے تعلق کا نتیجہ ہیں۔ شعور بالا غیر فانی ہے اور اس کا تعلق براہ راست کائناتی شعور یعنی عقلِ کُل سے ہوتا ہے۔

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
لیکن حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

شعورِ بالا کے شعور سے روابط تحت الشعور کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس تعلق کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے شعور اور تحت الشعور کا تزکیہ ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی بعثت کا مقصد بیان فرماتے ہوئے تزکیہ کو کتاب وحکمت سے پہلے بیان فرماتا ہے(34)۔ گویا یہ ترجیحی بنیادوں پر درکار ہے۔ چونکہ تحت الشعور انسان کے ہر ایک خلیے میں موجود ہے اس لئے جسم، خیالات اور اعمال سب کا تزکیہ ضروری ہے۔ اس طرح جب بندہ ہر طرح سے پاک وصاف ہو جاتا ہے تو شعور کا تعلق شعور بالا سے بالواسطہ قائم ہو جاتا ہے۔

ذہن کی تین کیفیات کی تشبیہ ایک گہری جھیل سے دی جا سکتی ہے جس کی سطح شعور، پانی کی دبیز تہ تحت الشعور اور پانی کے نیچے زمین پر پڑا نایاب گوہر شعورِ بالا ہے۔ لہٰذا اگر پانی گدلا ہوگا تو وہ گوہر دکھائی دے گا اور نہ ہی مل سکے گا۔

Marfat.com

4۔ عمل اور ردِ عمل

وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ (35)

(اور برائی کو بھلائی سے ختم کرو (بھلائی کا ردِ عمل بھلائی ہی ہوگا)

عمل اور ردِ عمل کے اصول کے تحت نیک یا بُرے اعمال، صحت مند یا بیمار سوچ اور مثبت یا منفی خیالات کا انسان کی شخصیت پر ویسا ہی اچھا یا بُرا ردِ عمل ہوتا ہے۔ اس طرح انسان اپنی جنت اور دوزخ خود بناتا ہے۔

لہٰذا پاکیزہ خطوط پر تعمیرِ شخصیت کا ذریعہ شعوری طور پر اپنے تحت الشعور میں اچھے خیالات کا بیج بونا ہے۔ اسی سے جسمانی، ذہنی اور روحانی صحت قائم ہوتی ہے۔ اگر جسم، ذہن یا کردار کے متعلق صحت مند اور مثبت خیالات کا بیج شعوری طور پر تحت الشعور میں بویا جائے تو اس کے ردِ عمل کے طور پر ویسی ہی مثبت تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

سائنسی تحقیق سے ثابت ہے کہ انسانی جسم کئی دس کھرب ایٹموں کا مجموعہ ہے جن میں سے 98 فیصد سے زیادہ پانچ سال کے عرصہ میں نئے ایٹموں سے بدل جاتے ہیں۔ اگرچہ جسم باہر سے کم و بیش ویسا ہی دکھائی دیتا ہے لیکن اس کے اندر کے اعضا جلدی یا بدیر نئے خلیوں سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں؛ مثلاً معدے کی جھلی پانچ دن میں، جسم کی جلد ایک مہینے میں اور جگر کے خلیے ہر چھ ہفتوں میں نئے خلیوں سے بدل جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر انسان متوازن خوراک، صحت کے اصولوں کی پابندی، مثبت سوچ اور ذہن میں صحت کے بیج بوتا رہے تو انسان بہت جلد بیماری سے چھٹکارہ حاصل کر کے صحت مند زندگی پا سکتا ہے۔

کردار کے بارے بھی خیالات کی نہج مثبت اور پاک رکھنے سے انسان کی زندگی ایک

Marfat.com

مثبت اور پاکیزہ ڈگر پر چل نکلتی ہے۔ خیالات کے ردِ عمل کے حوالے سے کسی کے بارے اچھے گمان کا رَدِ عمل اچھا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ" جب تم نے جھوٹ سنا تو کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفوس میں اچھا گمان کیا" (36)۔

لہذا ہمیشہ دوسروں کے بارے حُسنِ ظن رکھنے سے باہم تعلقات خوش گوار رہتے ہیں۔ اس طرح جب کوئی شخص دوسرے سے نیکی کرتا ہے، اسے کچھ عطا کرتا ہے، کوئی تحفہ یا مسکراہٹ دیتا ہے تو 'عمل اور رَدِ عمل' کے اصول کے تحت وہ ویسے ہی واپس لوٹتے ہیں۔

مجموعی طور پر یعنی قومی سطح پر بھی اچھی یا بُری سوچ اور اچھے یا بُرے واقعات کی نشر و اشاعت پورے ماحول پر ویسی ہی مثبت یا منفی تبدیلیوں کا باعث بنتی ہے۔ اگر ہم ایک خوبصورت معاشرے کی تشکیل چاہتے ہیں تو ہم سب کو فضا میں مثبت خیالات کی لہریں بکھیرنا ہوں گی۔

دوسروں کے لئے بے لوث ہمدردی کے جذبات کے تحت دل سے دعا کرنا ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ یہ دعا لوگوں کی خوشیوں کے لئے، ان کی صحت وتندرستی کے لئے اور نیک تمناؤں کے پورا ہونے کے لئے ہوسکتی ہے۔ صحت صرف جسمانی طور پر نہیں بلکہ ذہنی، معاشی، معاشرتی اور روحانی صحت مند ہونے سے مکمل صحت ہوتی ہے۔ جب ایسی دعائیں بے لوث جذبے کے تحت دل سے نکلتی ہیں تو اثر رکھتی ہیں۔ اس طرح جب ہر طرف خوشیوں کے پھول کھلتے ہیں تو اپنے آپ کو ایک سکون ملتا ہے اور خوشیاں لوٹ کر اپنی طرف بھی آتی ہیں۔

Marfat.com

5۔ میں کون ہوں؟

كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ (37)

(سچ مچ انسان تو یقیناً آپے سے باہر ہو جاتا ہے)

فلسفہ دان کہتے ہیں کہ: ''میں سوچتا ہوں لہٰذا میں ہوں''۔ دراصل اس مفروضے کو الٹنے کی ضرورت ہے کہ ''میں ہوں لہٰذا میں سوچتا ہوں'' کیونکہ ''میں'' ایک علیحدہ شخصیت ہے جس کو سوچنے یا نہ سوچنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس طرح اگر انسان چاہے تو ذہنی تربیت سے اپنے خیالات یعنی سوچ کا سلسلہ بند بھی کر سکتا ہے۔ پس 'میں' سوار ہے اور 'شعور' ایک بے لگام گھوڑے کی مانند ہے جس کی تربیت درکار ہے۔ لہٰذا 'میں' صاحبِ اختیار ہوتے ہوئے شعور اور تحت الشعور دونوں پر حاوی ہے اور اسے اپنے فکر و اعمال کا تزکیہ کرنے کی پوری اہلیت حاصل ہے۔ بہر حال یہ انسان کی ظاہری 'میں' ہے، اصل حقیقت اس کے اندر پوشیدہ ہے جس کی پہچان آگہی ہے جسے حاصل کرنے کیلئے تزکیہ نفس ایک بنیادی شرط ہے جو انسان کے اپنے بس میں ہے۔

کس بلندی پہ ہے مقام مرا
عرش ربِ جلیل کا ہوں میں

Marfat.com

باب چہارم

آ گہی اور تزکیہ نفس

اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ (38)

(بیشک ہم نے اسے صحیح راستے کی طرف رہنمائی کی)

1۔ کیفیاتِ نفس

آ گہی حاصل کرنے کے لئے بنیادی ضرورت تزکیہ نفس یعنی اس کی پاکیزگی ہے جس کے لئے صحیح رہنمائی قران اور رسول اللہ ﷺ کی اسوۂ حسنہ سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نفس کی تین حالتوں کا ذکر فرماتا ہے۔ ایک نفس امارہ ہے جو برائی سکھاتا ہے، دوسرا نفسِ لوامہ ہے جو ملامت گر ہے اور تیسرا نفس مطمئنہ ہے جو اللہ کے ذکر سے اطمینان پا چکا ہوتا ہے۔

نفس کی حالتیں۔

نفسِ امّارہ:

اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "نفسِ امارہ برائی سکھاتا ہے مگر یہ کہ اس کا پروردگار رحم کرے" (39)۔ اگرچہ یہ برائی سکھاتا ہے لیکن اگر انسان اپنی فطرتِ سلیمہ کے تحت اس کی تربیت کرلے تو برائی سے بچ جاتا ہے۔ یہی پروردگار کا رحم ہے جو انسان کے اندر روحِ علوی اور اللہ تعالیٰ کی فطرت کے حوالے سے موجود ہے۔

نفسِ لوّامہ:

اس کے بارے ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ یہ ملامت کرنے والا نفس ہے (40)۔ اس ملامت گر نفس کو عام طور پر ضمیر کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کا کام برائی کے ارادے یا سرزد ہونے پر

Marfat.com

انسان کی ملامت کے ذریعہ سرزنش کرنا ہے تاکہ وہ برائی سے رک جائے۔ اس کا مقام تحت الشعور کی نسبت انسان کا ہر ایک خلیہ ہے۔

نفسِ مطمئنہ:

بندہ جب آگہی حاصل کر لیتا ہے تو نفس مطمئنہ کہلاتا ہے۔

جیسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ انسان کے اندر فجور اور تقویٰ یعنی برائی اور نیکی دونوں موجود ہیں لیکن انسان کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کس کا انتخاب کرے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے خیر و شر دونوں راستے سمجھا دیئے'' (31) اور صحیح راستے کی طرف رہنمائی بھی فرمائی'' اور فرمایا:

'' بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے خواہشات نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے کے گمراہ ہو رہا ہے؟'' (41)

لیکن جنہوں نے اپنا تزکیہ کیا، ان کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

'' جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا تو بیشک جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے (42)۔

2۔ ضمیر کی آواز

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃ (40)

(قسم ہے ملامت گر نفس (ضمیر) کی جو برائی کو روکتا ہے)

تزکیہ کے حوالے سے نفسِ لوّامہ یعنی انسان کے ضمیر کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے جو شعور بالا سے رابطے کی وجہ سے انسان کو برائی کے متعلق خبردار کرتا ہے۔ پس بندہ جب کوئی غلط

Marfat.com

کام کرتا ہے تو اس کا ضمیر اسے ضرور ملامت کرتا ہے۔ اس طرح ضمیر کی آواز ہمیشہ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس پر عمل کیا جائے۔ ایسا کرنے سے انسان برائی سے بچ جاتا ہے۔

ضمیر کی آواز کے بارے میں رسول پاک ﷺ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ

''منزلِ مقصود کی طرف ایک سیدھا راستہ جاتا ہے جس کے دونوں طرف دیواریں ہیں۔ ان میں کچھ دروازے ہیں جن پر پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ راستے کے آخر سے آواز آتی ہے کہ سیدھے چلے آؤ، اِدھر اُدھر نہ مڑو۔ جب کوئی بندہ کسی دروازے کا پردہ ہٹانے لگتا ہے تو اوپر سے آواز آتی ہے کہ پردہ نہ اُٹھانا، اُٹھاؤ گے تو اندر چلے جاؤ گے۔ پھر فرمایا کہ یہ سیدھا راستہ اسلام ہے۔ دروازے اللہ تعالیٰ کی ممنوعات ہیں اور پردے اس کی حدود ہیں اور راستے کے سرے پر پکارنے والا قران ہے اور اوپر سے جو آواز آتی ہے وہ خدا کا وہ واعظ ہے جو ہر مومن کے قلب میں ہے۔ یہ واعظ انسان کا ضمیر ہے'' (43)۔

اب اس حقیقت کو قران کی روشنی میں دیکھیں تو سورہ رحمٰن میں پہلے ارشادِ باری تعالی ہے کہ'' قران سکھایا'' اس کے بعد ارشاد ہے کہ'' انسان کی تخلیق فرمائی''۔ گویا قران، انسان کی فطرت میں اس کی تخلیق سے پہلے داخل کر دیا گیا۔ لہٰذا فطری طور پر انسان کو پتا ہے کہ اچھائی اور برائی کیا ہے۔ اس لئے جب وہ برائی کرتا ہے تو چھپ کر کرتا ہے اور جب ایسا کرتا ہے تو اندر سے اس کا ضمیر ملامت کرتا ہے۔

پس درج بالا بیان سے برائی سے بچنے اور تزکیہ نفس میں ضمیر کی آواز کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

Marfat.com

3۔ زنگ آلود یا روشن دل

لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰہِ (44)

(تم اللہ کی رحمت سے کبھی نا امید نہ ہو)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ جو برائی کرتے رہتے ہیں کیا ان کا ضمیر ملامت نہیں کرتا؟ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جو لوگ ایسا کرتے ہیں اس سے ان کے دلوں کو زنگ پکڑ لیتا ہے'' (45) یعنی جس طرح زنگ لوہے کو کھا کر مٹی بنا دیتا ہے اسی طرح گناہوں کا زنگ دل کی صلاحیت کو ختم کر دیتا ہے جس سے بھلے بُرے کی تمیز ممکن ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''جب ایک شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے تو یہ سیاہ داغ مٹ جاتا ہے ورنہ جوں جوں گناہ کرتا جاتا ہے وہ نقطہ بڑھتا اور پھیلتا جاتا ہے تا آنکہ قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے اور حق و باطل کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ اگر وہ نادم ہو کر اپنے عمل کو درست کر لیتا ہے تو یہ سیاہ نقطہ مٹ جاتا ہے اور دل اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے'' (46)۔

لہٰذا اگر چہ ایک شخص کا دل سیاہ ہو چکا ہے لیکن اگر وہ توبہ کر کے نیک کام شروع کر دے تو یہ سیاہی آہستہ آہستہ ڈھل جاتی ہے اور جوں جوں نیک کام کرتا جاتا ہے اُس کا دل روشن ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ ایک دن پوری طرح منوّر ہو جاتا ہے۔

آ گہی پانے کے لئے یعنی اپنے رب کی طرف پلٹنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ'

'اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے وہ اللہ کی رحمت سے

Marfat.com

ناامید نہ ہوں۔ بلاشبہ اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور یقیناً وہی گناہ معاف فرمانے والا اور مہربان ہے اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے۔ پھر تمہیں کہیں سے بھی مدد نہ مل سکے گی''۔ اور ''جن لوگوں نے اللہ کی آیات سے اور اللہ سے ملنے سے انکار کیا وہ میری رحمت سے ناامید ہو گئے ہیں ان کو درد دینے والا عذاب ہوگا۔ بیشک اللہ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں'' (47)۔

نہ ہو نو مید، نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے
امید مردِ مومن ہے خدا کے راز دانوں میں

اپنے رب کی طرف پلٹنے کی شروعات اللہ کے درج ذیل فرمان سے ملتی ہیں۔

''اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور خالص توبہ کرو، شاید تمہارا رب تم سے تمہاری بیماریاں دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اس دن اللہ اپنے نبی ﷺ کو اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا۔ وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارا نور پورا کر اور ہماری مغفرت فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جس نے توبہ کی اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے'' (48)۔ ''جو ایمان لائیں تو ان کو کہہ دیجئے تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے رحمت کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ بیشک تم میں سے جو شخص جہالت سے بڑا عمل کر لے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے تو یقیناً وہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے'' (49)۔

Marfat.com

توبہ کے دو حصے ہوتے ہیں۔ایک پچھلے گناہوں کی معافی مانگنا ہےاور اپنے آپ کو بھی پوری طرح سے معاف کرنا ہے۔دوسرا آئندہ کے لئے خالص توبہ کرنا ہے جس کے بعد ظاہری اور باطنی طہارت اختیار کرنا اور نفسانی خواہشات اور ہر قسم کی بُرائیوں سے بچتے رہنا اور نیکی کے کاموں میں لگے رہنا ہے۔اس کے ساتھ آگہی حاصل کرنے کی کوشش ہے۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی ، جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرمِ خانہ خراب کو، تیرے عفوِ بندہ نواز میں

4۔ قلب، نفس اور شعور کا باہم تعلق

يَآيَّتُهَاالنَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ اِرۡجِعِیۡ اِلٰی رَبِّكَ رَاضِيَةً مَرۡ ضِيَّةً (50)

(اے نفس مطمنہ تواپنے رب کی طرف رجوع کر لے اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی)

تزکیہ کے حوالے سے قلب، نفس اور شعوری کیفیات کے باہم تعلق کو سمجھنے کے لیے درج ذیل آیات سے روشنی ملتی ہے۔

قلب: ''کیا ان لوگوں نے ملک کی سیر نہیں کی تا کہ ان کے قلب ایسے ہوتے کہ ان سے سمجھ سکتے اور کان ایسے ہوتے کہ ان سے سُن سکتے۔بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ قلب جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوتے ہیں'' (51) جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور ان کے قلب اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔آگاہ رہو! اللہ کے ذکر سے ہی اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے'' (52)۔

Marfat.com

ذکر سے اطمینان پانے والے قلب کو اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ

'اے نفسِ مطمئنہ! تو اپنے رب کی طرف رجوع کر لے اس حال میں کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلا آ'' (50)۔

درجِ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ پہلے قلب کا ذکر فرماتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ قلب ادراک رکھتا ہے۔ گویا شعور کا تعلق دماغ کے علاوہ قلب سے بھی ہے اور یہ اندھا بھی ہو سکتا ہے لیکن جب یہ قلب، اخلاص، اللہ کی محبت اور ذکر الٰہی سے آگہی کے ساتھ اطمینان پا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے نفسِ مطمئنہ کہہ کر خطاب فرماتا ہے۔ اس طرح 'مطمئن قلب' 'نفسِ مطمئنہ' بن جاتا ہے اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے اور اللہ کے خاص بندوں کے ساتھ اس کی جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ انسان کی دونوں جہانوں میں معراج ہے۔

دورِ حاضر کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ دماغ کی طرح دل کے اندر بھی 'نیوران' پائے جاتے ہیں لہٰذا قلب میں بھی دماغ کی طرح سوچ پیدا ہوتی ہے اور اسطرح یہ فیصلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے لیکن ذہن کی نسبت قلب سے جذبات کی لہریں زیادہ قوت سے نکلتی ہیں۔

بہرحال اس تجزیے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ نفس امّارہ کا مقام شعور یعنی ذہن اور قلب دونوں سے ہے، نفسِ لوّامہ کا مقام تحت الشعور ہے جس کی نسبت انسان کا ہر ایک خلیہ ہے اور نفسِ مطمئنہ شعور بالا سے تعلق رکھتا ہے۔ اس طرح شعور کا تعلق محسوسات سے ہے اور قلب کا محسوسات اور جذبات دونوں سے ہے۔ لہٰذا تزکیہ کے لئے نفس امارہ یعنی اپنے شعور اور اس کے ساتھ قلب دونوں کی تربیت اور تزکیہ درکار ہے۔

Marfat.com

5۔ تزکیہ اور قبولیت دعا

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (53)

(اور تمہارے رب نے کہا کہ تم دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا)

تزکیہ کا ایک راستہ دعا ہے۔اس کے لئے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلی ہوئی خواہش کی تکمیل کی لگن، ایک اچھا تصور، ایک عزم اور کوشش بنیادی شرائط ہیں۔

تصور:

ذہن میں ایک تصویر ایک ہزار الفاظ سے بہتر ہے۔لہذا اپنے بارے میں ایک اچھے اور اعلی قدروں والے انسان کا تصور ایک دن حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے کیونکہ جو خیالات شعور میں ہوتے ہیں وہ تحت الشعور کا بھی حصہ بنتے ہیں۔لہذا مثبت خیالات کا اثر مثبت ہوتا ہے۔اس طرح کی دعا سے شعورِ بالا کے ذریعہ کائناتی شعور تک رسائی ہوتی ہے۔

عزم اور کوشش:

دعا کئی بار دل سے نکلی ہوئی ایک ایسی خواہش ہوتی ہے جس کی تکمیل کا اختیار اپنے بس میں ہوتا ہے۔لہذا دعا اسے پورا کرنے کا ایک عزم ہے جس کیلئے انسان بھرپور کوشش کرتا ہے لیکن کچھ خواہشات ایسی ہوتی ہیں جنہیں پورا کرنا انسان کے بس میں نہیں ہوتا۔دونوں صورتوں میں خواہش کا دل کی گہرائیوں میں ایسا احساس ہونا ضروری ہے جس سے انسان دن کے وقت بھی ویسے ہی خواب دیکھے اور اس یقین کے ساتھ دعا مانگے کہ جو مانگ رہا ہے وہ اس کو مل گیا ہے۔چونکہ خدا دلوں میں بستا ہے لہذا ایسی دعا سے فرد کے ذاتِ کُل سے روابط پیدا ہو

Marfat.com

جاتے ہیں۔ پس جب بندہ اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے اپنی طرف سے پوری کوشش کرتے ہوئے اپنے رب کو پکارتا ہے تو وہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہے۔ اس طرح جو دعا پورے انہماک اور خشوع وخضوع سے کی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ خدا ان کی مدد ضرور کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''میں اپنے بندے کے بہت قریب ہوں اور جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں۔ پس اسے چاہیے کہ میری بھی پکار سنے اور مجھ پر ایمان لائے (یعنی میری طرف آئے) تاکہ رشد وہدایت اور کامیابی پائے۔ اور'' جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں اللہ ان کی دعا ضرور قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دیتا ہے'' (54)۔

گویا وہ دعا قبول ہوگی جس کے پیچھے نیکی کی خواہش، عزم اور ساتھ کوشش بھی ہوگی اور قبولیت کا ایسا یقین ہوگا جیسے امر واقعہ ہوگیا ہو۔ پس درج بالا شرائط کے ساتھ تزکیہ کے لئے دعا بھی ضرور قبول ہوتی ہے۔

تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تُو بدل جائے
تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں کہ یہ چارسو بدل جائے

Marfat.com

تزکیہ کا خلاصہ۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (55)

(پھر بیشک ہر سختی کے ساتھ آسانی ہے بیشک ہر سختی کے ساتھ آسانی ہے)

مختصر یہ ہے کہ تزکیہ کے لئے جسم و جان کی طہارت، نیت کا خلوص، افکار و خیالات میں بلندی، علم میں پختگی، ضمیر کی پاکیزگی، اعمال میں نیکی اور راہِ حق کا شوق درکار ہے۔
لہٰذا اس میں افکار و مشاغل میں خرابیوں کے تدارک کے ساتھ احساسات و جذبات کی پاکیزگی بھی شامل ہے۔
پس یہ تزکیہ علم بھی ہے جس کا تعلق ادراک و تعقل سے ہے اور تزکیہ عمل بھی ہے جس کا تعلق محرّکات سے ہے۔

ضمیرِ پاک و نگاہِ بلند و مستیٔ شوق
نہ مال و دولتِ قاروں، نہ فکرِ افلاطوں!
سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفےٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں!

Marfat.com

باب پنجم

نورِ الٰہی اور آ گہی

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (56)

(اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے)

1۔ نور کی حقیقت

آ گہی کے لئے نور کا تصور بہت اہمیت کا حامل ہے۔اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور وہ نور کا خالق بھی ہے (57)۔اس نے اپنے رسول پاک ﷺ کو، اپنے کلام: قرآن مجید، انجیل ،تورات کو اور اسلام اور ایمان کو بھی نور سے تعبیر فرمایا ہے (58)۔گویا جس میں اللہ تعالیٰ کے نور کا پرَتو ہے اور ہر وہ پاکیزہ چیز جو اللہ کی طرف لے کر جاتی ہے اسے نور سے تعبیر کیا گیا ہے اور وہ ہی آ گہی کا ذریعہ ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا۔وہ تمہارے لئے اللہ کی کتاب کی بہت سی ایسی باتیں ظاہر کرتا ہے جنہیں تم چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کرنے والی کتاب آ گئی جس کے ذریعے اللہ ہر اس شخص کو سلامتی کی راہ دکھاتا ہے جو اللہ کی رضا کی پیروی کرنا چاہتا ہے اور انہیں اپنے اِذن سے ظلمات سے نور کی طرف نکال لاتا ہے اور ان کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے'' (59)۔

جیسا کہ ظاہر ہے،اس آیت میں نور سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات،قران مجید اور ایمان بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے نور سے منور فرما کر ساری انسانیت کے

Marfat.com

لئے معبوث فرمایا تا کہ وہ لوگوں کا تزکیہ فرمائیں، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں انہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لائیں۔(34)

لہذا اللہ تعالی کے نور کا راستہ آپ ﷺ سے الحاقِ طیبہ، قران مجید میں غور وفکر، ایمان کی پختگی کے لئے آ گہی کا حصول اور نیک کاموں سے معاشرے میں ہم آہنگی کے ساتھ خوبصورتی پیدا کرنا ہے۔

2۔ نورِالٰہی کی تمثیل

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ (56)

(اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے)

اللہ تعالی بڑے خوبصورت انداز میں اپنے نور کی مثال بیان فرماتا ہے جس میں آ گہی حاصل کرنے کی طرف رہنمائی ہے۔

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو۔ اس میں ایک چراغ ہو۔ وہ چراغ ایک قندیل میں ہو۔ وہ قندیل گویا ایک موتی سا چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ وہ چراغ ایک ایسے مبارک درخت زیتون کے تیل سے روشن ہوتا ہے جو نہ مغرب میں ہے نہ مشرق میں۔ اس کا تیل سلگتے انگارے سے مشابہ ہے کہ وہ بھڑک اٹھے خواہ اسے آگ نے نہ چھوا ہو۔ (پھر) نور پر نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے۔ اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے'' (56)۔

Marfat.com

3۔ اہلِ قلم کے اقوال

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ يَشَآء (56)

(اللہ جسے چاہے اپنے نور کی طرف ہدائت کرتا ہے)

قران مجید، ہر دَور کے لئے نورِ ہدائت ہے۔ اس میں انسان کو اللہ تعالیٰ سے روشناس کرانے اور اس سے تعلق استوار کرنے کے راستے مختلف انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ لہٰذا یہ تمثیل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس تمثیل کے معنی اور شرح میں اہلِ علم کے کئی اقوال ہیں۔

1۔ بعض مفسرین کے مطابق نور سے مراد قرآن مجید اور ہدائت ہے (60)۔

2۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، جس کی شرح اپنی تصنیف ''کشفِ نور'' میں حضرت خلیفہ محمد سعید'' نے بھی فرمائی ہے (61) کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کی مثال اس طرح بیان فرماتا ہے کہ:

طاق سے مراد رسول اکرم ﷺ کا سینہ مبارک ہے اور فانوس موتی سا چمکتا ہوا قلبِ اطہر ہے۔ اور چراغ وہ نورِ الہیٰ ہے جو رسول پاک ﷺ کے روحِ عنصری میں غیر شرقی اور غیر غربی ہو کر چمکنے لگا اور اس طرح نور کا منبع قرار پایا۔ لہٰذا اللہ کے نور سے منور روحِ اطہر سے فیض حاصل کرنے کے لیے جن لوگوں نے آپ ﷺ سے تعلق استوار کیا تو اُس نورِ الہٰی سے، جو آپ ﷺ کے سینہ مبارک میں موجزن ہے، اُن نفوس کو روشن فرما دیا۔

رسول پاک ﷺ نے فرمایا: ''عمدگی ہے اس شخص کو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور عمدگی ہے اس شخص کو جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا'' یعنی شمع اوّل سے اگر صدہا

Marfat.com

چراغ روشن کیئے جائیں تو آخری چراغ کی روشنی سے نور گر ہونا شمع اول سے نور یابی کے قائم مقام ہے۔گویا یہ ایسا اہتمام ہے جو بعثتِ مصطفوی ﷺ کے مقصود کو ہر عہد میں پورا کرتا ہے۔

3۔ ایک اور حوالے کے مطابق نور سے مراد وہ چیز ہے جس کی بدولت اشیاء کا ظہور ہوتا ہے۔اس تمثیل میں چراغ سے اللہ تعالی کی ذات کو اور طاق سے کائنات کو تشبیہ دی گئی ہے اور فانوس سے مراد وہ شدتِ ظہور کا پردہ ہے جس میں حضرتِ حق نے اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے اور اللہ نے ساری کائنات کو بقعہِ نور بنا رکھا ہے(62)۔

4۔ ایک اور تفسیر کے مطابق مومن کا جسم ایک طاق کی طرح ہے۔اس کے اندر ایک ستارہ کی طرح چمکدار قندیل اسکا قلب ہے جس کا تعلق عالمِ بالا سے ہے۔اس شیشہ میں معرفت و ہدائت کا چراغ روشن ہے اور یہ روشنی اس تیل سے ہے جو حُسنِ استعداد اور نورِ توفیق سے مومن کو حاصل ہے(63)۔

ظاہر ہے، درج بالا تفاسیر کا اپنا اپنا اور ایک اونچا مقام ہے لیکن اب اسے قران مجید کی متعلقہ آیات اور خاص طور پر علمِ نفس کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

Marfat.com

4- کیفیات نفس اور آ گہی

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (64)

(ہم نے قران کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا پس کوئی ہے جو سوچے اور سمجھے)

نور الٰہی سے متعلق آیات کا سلسلہ اَللہ نُورا اسمٰوٰاتِ وَلا ارض ، سے شروع ہو کر، صِرَاط مُستَقِیم ، پر ختم ہوتا ہے۔ایسا لگتا ہے جیسے اس سیدھے راستے کا خلاصہ بیان کیا گیا

ہے۔جس کی منزل اللہ تعالی کی ذات بابرکات ہے اور جس کے پرتو کی اپنے اندر پہچان سے آ گہی حاصل ہوتی ہے۔

اس میں دو پہلو سامنے آتے ہیں۔ایک فکری پہلو ہے جو اوپر تحریر کی گئی نُو رِ الٰہی سے متعلق آیات میں موجود ہے۔دوسرا عملی پہلو ہے جو نور سے متعلق اگلی آیات سے ظاہر ہے جو اگلے باب میں نقل کی گئی ہیں۔

5۔ فکری پہلو

نور:

نور، حق تعالٰی کی ذات کے پرتو کا وہ جلوہ ہے جسے مادی آنکھ دیکھ سکتی ہے نہ زبان کے پاس بیان کرنے کے لئے الفاظ ہیں۔اسے پانے کے لئے دل کی آنکھ یعنی وجدان درکار ہے۔پس نور کے تصوّر کو الفاظ کے ذریعہ نہیں سمجھایا جا سکتا؛ مثلاً اگر ایک شخص پیدائشی اندھا ہے اسے جتنی بھی مثالیں دی جائیں وہ صحیح معنوں میں کبھی بھی روشنی کا تصور نہیں پا سکے گا لیکن علاج سے اگر اسے بینائی مل جائے تو وہ روشنی کی حقیقت پالے گا۔

قران مجید میں نور کا لفظ چاند کی روشنی کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔لہٰذا نور ایک ایسی دلرُ با روشنی بھی ہے جو کسی منبع سے حاصل ہو کر دوسروں کو منور کرتی ہے۔ اس حوالے سے جب دیکھتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکات، کلامِ الٰہی، اسلام اور ایمان اللہ سے روشنی حاصل کر کے نور کا منبع قرار پاتے ہیں۔اس طرح

Marfat.com

جو بھی ان انوار سے روشنی حاصل کرتا ہے وہ بھی منور ہو جاتا ہے۔

نور سے مراد اللہ کی انسان کو ادا کردہ وہ بصیرت بھی ہے جس سے کائنات کی ہر شے اور ذرّے ذرّے میں غور وفکر سے اس کی الوہیت، ربوبیت اور اسکے خالق و پروردگار ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ یہ ذرّات ایک تو ظاہری یعنی مرئی ہیں جن کا ادراک ہمارے حواس سے ہوتا ہے اور دوسرے چھپے ہوئے ہیں جن میں روح ،نور ،انسان کی شعوری کیفیات غرضیکہ تمام غیر مرئی حقیقتیں شامل ہیں۔ دراصل مادے کا سائنسی تجزیہ ثابت کرتا ہے کہ اس کی آخری حقیقت جو ایک قسم کی توانائی کی شکل میں ہے وہ بھی غیر مرئی ہے۔

حقیقت ایک ہے ہر شے کی ، خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو دنیا کی ہر شے غیر مرئی ہے اور اس کی ظاہری شکل توانائی کی مختلف ظہور کاریاں ہیں؛ مثلاً روشنی جب ایک محدّب شیشے سے گزرتی ہے تو سات رنگوں میں بکھر جاتی ہے جیسے قوسِ قزح۔ یہ رنگ مادے کی شکل میں بھی نظر آتے ہیں جیسے پانی میں گھلا ہوا رنگ یا اس کا کسی ٹھوس چیز کی شکل میں نظر آنا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ انسان کی شعوری کیفیات کی کسی ظاہری مادی چیز سے تشبیہ ممکن ہے۔

اب چونکہ نور کی اس تمثیل کا تعلق انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی پہچان سے بھی معلوم ہوتا ہے لہٰذا انسان کی شعوری کیفیات کی نسبت اس تمثیل کے مختلف الفاظ کی درجِ ذیل شرح ممکن ہے۔ یہ کیفیات شعور، تحت الشعور اور شعورِ بالا ہیں جنہیں قرآن میں بیان کردہ نفس امارہ

Marfat.com

نفسِ لوّامہ اور نفسِ مطمئنہ سے بھی بتدریج منسوب کیا گیا ہے۔

طاق: یہ انسان کی شعوری کیفیت ہے جس سے وہ حواسِ خمسہ کے ذریعہ دنیا کا ادراک پاتا ہے۔اس کا آگہی پانے کے لئے تزکیہ ضروری ہے۔

شیشے کی قندیل: یہ مومن کا تحت الشعور یعنی نفس لوامہ ہے جو نیت اور فکر و عمل کے تزکیہ سے چمک رہا ہوتا ہے۔

چراغ: یہ شعورِ بالا یعنی روحِ علوی ہے جو بندے میں اپنے انکشاف سے نفسِ مطمئنہ بن کر آگہی سے ہمکنار کرتی ہے۔

زیتون کا مبارک درخت: یہ بندے کے اندر ایمان کا پاکیزہ درخت ہے جسے زیتون کے مبارک درخت سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے کیونکہ ایمان کا اقرار کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدَ الرَّسُولُ اللّٰهِ سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کی مثال دیتے ہوئے اسے پاکیزہ درخت سے منصوب کرتا ہے(65)۔

چراغ کا تیل: ایمان کا تعلق محبت بھرے جذبات سے ہے کیونکہ اہلِ ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں (66)۔پس ایمان کا نور وہ تیل ہے جسے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت سے معنون کیا جاسکتا ہے۔

سلگتے انگارے سے تشبیہہ ایسے اہلِ ایمان کے دلوں کی ہے جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سلگتے ہوئے اللہ کے ذکر سے اس کی ذات میں استغراق کے ساتھ دنیا و مافیہا سے بےخبر ہوجاتے ہیں تا آنکہ اس محبت کی گرمی کی حدت سے آگ بھڑک اٹھے اور چراغ روشن کر دے۔پھر نور پر نور ہے جو انسان کی روح علوی، جس کی حقیقت نور ہے، پر نورِ الٰہی کا انکشاف ہے۔

Marfat.com

لہذا آ گہی حاصل کرنے کے لئے شعور اور تحت الشعور کی پاکیزگی کی چمک، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کے ساتھ الحاق اور ذہن کی گہرائیوں میں ڈوب کر اپنی پاکیزہ روح کی طرف اس طرح متوجہ ہونا ہے کہ نفس مطمئنہ کا ادراک ہو۔ یہ وہ کیفیت ہے جس میں شعور، تحت الشعور اور شعور بالا کے درمیان سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔ اس پاکیزہ حقیقت کو پانے کے لئے جب تک عشق کی گرمی شامل نہیں ہوتی، وجدان کی کیفیت پیدا نہیں ہوسکتی جس میں انسان اپنے دل کی آنکھ سے حقیقت کا ادراک پاتا ہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں ایسا اخلاص ہو جس کا مطمعِ نظر بے لوث محبت کے ساتھ صرف اور صرف اس پاکیزہ ذات کی پہچان ہو جو انسان کے اندر موجود ہے اور جس میں دنیاوی خواہشات آڑے نہ آئیں۔

علامہؒ نے اس کی ترجمانی بڑے خوبصورت اور سادہ الفاظ میں یوں کی ہے:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن
من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن

دراصل آ گہی سے انسان صحیح معنوں میں زندہ ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

''ایک شخص مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس کے لئے نور بنا دیا۔ وہ اس کی روشنی میں لوگوں میں چلتا ہے۔ کیا وہ اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں پڑا ہوا ہے اور ان سے نکلنے والا نہیں؟'' (67)

Marfat.com

باب ششم

آ گہی کیلئے عملی اقدام

كُنتُ كَنزاً مَخفِياً فَاَحبَبتُ اَن اُعرِفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ وَعَرَّفتَهُم بِي فَبِي عَرَفُونِي

(میں چھپا خزانہ تھا پس آ گہی محبوب ہوئی۔ میں نے خلقت پیدا کی اور جس نے آ گہی چاہی میں نے اسے پالے دیا)

تحریر بالا حدیث قدسی سے صاف ظاہر ہے کہ آ گہی اللہ تعالیٰ کو اتنی محبوب ہوئی کہ اس نے اس وجہ سے انسانیت کی تخلیق فرمائی۔

نور کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا کلام جو پچھلے باب کے ابتدا میں تحریر ہے اس کا سلسلہ اگلی پُر حکمت آیات میں جاری ہے۔ ان میں آ گہی کے فروغ کے لئے جو خصوصیت کے حامل عملی پہلو ہیں انہیں اجاگر کیا گیا ہے جن کا بڑا مقصد اصلاحِ ذات اور اصلاحِ معاشرہ ہے۔ اصلاحِ ذات کے لئے کردار کی بلندی، ذکرِ الٰہی اور اپنی ساری ذمہ داریوں سے بطریق احسن سبکدوش ہونا اور اصلاحِ معاشرہ کے لئے خاص طور پر قیامِ نماز اور ادائیگی زکواۃ کا حکم ہے۔ خطابِ باری تعالیٰ ان الفاظ میں جاری ہے۔

''ان گھروں میں ہیں (جن کی بابت) اللہ کا اذن ہے کہ ان کو بلند کیا جائے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے۔ وہ ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکواۃ دینے سے غافل نہیں کرتی اور وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گے تا کہ اللہ انہیں ان کے اعمال کی بہترین جزا دے اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دے اور اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے'' (68)۔

Marfat.com

ان آیات میں خاص طور پر درج ذیل الفاظ توجہ طلب ہیں۔

1۔ گھروں کو بلند کرنا۔

2۔ اللہ کے نام کا ذکر۔

3۔ صبح و شام اس کی تسبیح کرنا۔

4۔ قیام نماز اور ادائیگی زکوٰۃ۔

1۔ کردار کی بلندی

فِی بُیُوتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ (68)

(یہ چراغ) ان گھروں میں ہیں (جن کی بابت) اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے)

کئی ایک تفاسیر کے مطابق آیاتِ بالا میں 'ان گھروں' سے مراد مساجد لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ایسے گھر بھی بیان کئے گئے ہیں جن میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ چونکہ ایک تمثیل کے بہت سے معنی ممکن ہیں لہذا ان سے درج ذیل معنی بھی اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

چونکہ شروع والی آیات میں بیان انسان کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے اس لئے ان گھروں کو بلند کرنے سے غالباً مراد انسان کے کردار کی بلندی کا حکم ہے۔ یہ تزکیہ نفس اور اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں اخلاقِ فاضلہ سے مزین کرنا ہے۔ اس کے لئے معروفاتِ فطرت کا اپنانا اور منکرات سے بچنا ضروری شرائط ہیں کیونکہ انسانی فطرت، جو اللہ کی فطرت پر بنائی گئی، وہی پسند کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

معروفاتِ فطرت وہ افکار و اعمال ہیں جو فطرت کے لئے جانے پہچانے ہوتے ہیں؛

Marfat.com

مثلاً عدل وانصاف، سچائی، دیانت، ایفائے عہد، خوش خلقی، ایک دوسرے کی جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت، جو کچھ بندے کو عطا ہوا ہے اسے دوسروں میں بھی تقسیم کرنا، گویا ہر نیک کام جو انسان کی بہتری کے لئے ہو اس میں شامل ہے۔ اسلئے یہ باہم انسانوں میں محبت کی بنیاد اور امن کا ذریعہ ہیں۔

ان کے برعکس منکرات فطرت وہ افکار و اعمال ہیں جو انسانی فطرت کیلئے ناپسندیدہ ہیں اور فطرت ان سے انکار کرتی ہے؛ مثلاً بددیانتی، خیانت، جھوٹ، وعدہ خلافی، چور بازاری، کام چوری، رشوت، ناانصافی، بداخلاقی، فتنہ، فساد، تشدد وغیرہ۔ یہ بدامنی کی طرف لے جاتے ہیں لہٰذا ان سے بچنا ضروری ہے۔

اپنے خاندان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے دیانتداری سے محنت کرنا اور صحت مند طرزِ زندگی اپنانا بھی بلند کردار کا حصہ ہیں۔ ایک انسان مکمل طور پر صحت مند اس وقت کہلاتا ہے جب وہ جسمانی، ذہنی، معاشی، سماجی اور روحانی طور پر بھی صحت مند ہو۔ چنانچہ اس حکم کا مقصد ایک اچھا انسان بنانا ہے جو معاشرے میں سب کی سلامتی اور امن کا علم بردار ہو۔

2۔ ذکرِ الٰہی اور ذہن کی کیفیات

فَاذْكُرُونِىٓ أَذْكُرْكُمْ (69)

(تم مجھے یاد کرو میں تجھے یاد رکھوں گا)

کردار کی بلندی کے ساتھ اللہ کے نام کے ذکر کا حکم ہے۔ یہ ذکر دراصل اپنے منبع ارواح سے محبت کا ترجمان ہے۔ یہ محبت دورویہ معاملہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

Marfat.com

کہ ''تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا'' (69) یعنی تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ اس طرح جب دونوں ایک دوسرے کو یاد کرتے ہوں تو یہ ایک ایسا خوبصورت انداز ہے جس میں قرب ہوتا ہے اور اس قرب میں ایک عجیب قسم کی لذت ہوتی ہے۔ محبت کے اس قرب سے اطمینانِ قلب حاصل کرتے ہوئے بندہ راز و نیاز کا امین بن کر ایک روز مردِ مومن یعنی انسانِ کامل بن جاتا ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اپنے رب کے نام کا ذکر کرو سب سے کٹ کر جس طرح کٹنے کا حق ہے'' (70)۔

حدیث مبارکہ ہے کہ ''تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا ممکن نہیں ہوتا تو یہ کہ اللہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے'' (71)۔

اللہ کی یاد کے بہت سے طریقے ہیں۔ قیامِ نماز، یکسوئی سے ذکر، ہر وقت اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے، کروٹ بدلتے گویا ہر وقت اس کی یاد، سب اس میں شامل ہیں۔ یاد کی سب سے پُر اثر شکل ذکرِ ذات ہے جس میں دل اور دماغ کے امتزاج سے وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جو حواس خمسہ سے بالاتر ہے، جس کا اوپر ذکر ہے اور جس میں آگہی کا ادراک ہوتا ہے۔ اسے وجدان کہہ سکتے ہیں۔ سب اسی پر چل کر عرفان حاصل کر پائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ساری دنیا سے کٹ کر غارِ حرا میں جا کر عرصہ دراز تک مکمل تنہائی میں رہنا اور ماہِ رمضان میں اعتکاف کا تصور اسی طرف رہنمائی ہے۔

اب اوپر دیئے گئے ارشاداتِ ربانی اور فرمانِ رسول ﷺ کی روشنی میں ذہن کی ان کیفیات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں بندہ دنیا سے کٹ جاتا ہے اور اللہ کو اپنے دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ یہ کٹنا دنیا و مافیہا سے اپنا تعلق منقطع کرنا ہے۔

Marfat.com

ذہن کی کیفیات

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (70)

(اپنے رب کے نام کا ذکر کرو سب سے کٹ کر جس طرح کٹنے کا حق ہے)

سب سے پہلے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ دماغ ایک سرکش گھوڑے کی طرح ہوتا ہے جو ہر لمحہ دوڑ میں لگا رہتا ہے۔ اس میں یا تو ماضی کے خیالات آتے رہتے ہیں یا مستقبل کی سوچیں، فکریں اور منصوبے ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ کسی وقت بھی خالی نہیں رہتا۔ لہذا جب تک یہ خالی نہیں ہوتا، سب سے نہیں کٹ سکتا۔ یہ خاصہ مشکل مرحلہ ہے۔ لہٰذا اس کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ یکسوئی حاصل ہو۔ اس تربیت کے بہت سے سائنسی طریقے دریافت کئے جا چکے ہیں جو اس موضوع پر لکھی گئی کسی اچھی کتاب سے مل سکتے ہیں۔ بہرحال سب سے پہلے یہ ذہن نشین ہونا ضروری ہے کہ دماغ، جو خیالات کا ذریعہ ہے، وہ 'میں' نہیں بلکہ وہ گھوڑا ہے اور 'میں' اس کا سوار ہوں جس نے اس کی تربیت کرنی ہے۔

دماغی لہریں: ذہن کی مختلف کیفیات ہوتی ہیں جن کے مطابق دماغ سے مختلف قسم کی لہروں کا اخراج ہوتا ہے۔ شعوری حالت، جس میں ہم عام طور پر رہتے ہیں، ایک خاص قسم کی لہریں دماغ سے نکلتی ہیں جن کا نام 'بیٹا' ہے۔ جب انسان کسی بات یا چیز پر انتہائی انہماک سے غور کر رہا ہوتا ہے تو دماغ سے ایک دوسری قسم کی لہریں نکل رہی ہوتی ہیں جنہیں 'الفا' کہتے ہیں۔ اس حالت میں ذہن میں صرف ایک ہی قسم کے خیالات ہوتے ہیں جیسے ایک سائنس دان یا فلسفہ دان کسی ایک مسئلے پر غور و فکر کر رہا ہو یا جب نماز پورے خشوع و خضوع سے پڑھی جا رہی ہو۔ اس کے بعد ذہن کی ایک کیفیت ایسی ہوتی ہے جس میں انسان اپنے آپ سے بھی

Marfat.com

قریباً بے خبر ہو جاتا ہے۔ یہ حالت عام طور پر اس وقت ہوتی ہے جب بندہ سونے کے بالکل قریب ہوتا ہے۔ اس حالت میں 'تھیٹا' لہروں کا اور سوتے ہوئے 'ڈیلٹا' لہروں کا اخراج ہوتا ہے۔ انہیں ایک خاص قسم کی مشین سے ریکارڈ کیا جا سکتا ہے جسے 'ای، ای، جی' کہتے ہیں۔ پس اگر انسان جاگتے ہوئے بھی انتہائی یکسوئی کے ساتھ 'تھیٹا' یا 'ڈیلٹا' کی حالت میں پہنچ جائے تو دنیا سے ایسے ہی کٹ جاتا ہے جیسے کٹنے کا حق ہے۔ یہ حالت عام طور پر اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دل میں کسی چیز کو حاصل کرنے کی شدید لگن یعنی محبت کے ساتھ استغراق بھی ہو۔

دماغ کو ایک سمندر سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے۔ اس کی اوپر کی سطح کی طرح دماغ کی عام حالت میں چھوٹی بڑی خیالات کی لہریں اٹھتی رہتی ہیں۔ اس کے نیچے سمندر کی دبیز تہہ کی طرح ایک خاموشی اور سکون ہوتا ہے۔ لہذا جب بندہ اس میں غوطہ زن ہوتا ہے تو خاموشی میں اتر جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اگر تہہ پر پڑے ہوئے موتی اور مونگے حاصل کرنے کے شوق کی شدت یعنی عشق ہو تو وہ اس سے نچلی گہرائی میں لے جائیگی جہاں نایاب گوہر پڑا ہے۔

کبھی اس کی موجوں سے ابھر کر
کبھی اس کے سینے میں اتر کر
کبھی راہِ محبت سے گزر کر
مقام اپنی خودی کا فاش کر

(علامہؒ سے معذرت کیساتھ)

Marfat.com

سوچ کا انداز:

ذہن کو مختلف قسم کے خیالات سے خالی کرنے کا مقصد اپنے اندر کی اس روح کا ادراک ہے جو اللہ تعالی نے اپنی پھونک کے ذریعہ ودیعت فرمائی۔ یہی اللہ تعالی کی پہچان کا ذریعہ ہے۔اس کے لئے اپنی سوچ کے انداز کو بدلنا بہت ضروری ہے۔ہم جانتے ہیں کہ جو وقت گزر چکا ہے اسے بدلا نہیں جا سکتا۔اس سے آئندہ کے لئے سبق ضرور لیا جا سکتا ہے لیکن اس کی سوچوں میں ڈوب کر کچھ نہیں پا سکتے۔اسی طرح مستقبل کے لئے تفکرات، جن کا کوئی حاصل یا حل نہیں، بے مقصد ہوتے ہیں۔ بے سود تفکرات سے انسان حالات میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں لا سکتا۔ البتہ ایسی سوچ سے منفی خیالات کی لہریں فضا میں پھیلتی ہیں جن کے منفی اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔اس کی بجائے اگر، جہاں ممکن ہو، حالات میں مثبت تبدیلی کے لئے جدوجہد جاری رہے اور اللہ پر مکمل بھروسہ کرتے ہوئے نتائج اس پر چھوڑ دیے جائیں تو تفکرات سے چھٹکارہ مل جاتا ہے۔اس کے باوجود بھی اگر اِدھر اُدھر کے خیالات پیچھا نہ چھوڑیں تو ان سے بے رخی برتتے رہنے سے آہستہ آہستہ ذہن کی آوارگی کی عادت ختم ہو جاتی ہے۔

تفکرات کے منفی اثرات:

آیئے تفکرات کے اثرات کا میڈیکل سائنس کی روشنی میں جائزہ لیں۔ ہمارے خیالات ہمارے جذبات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ان میں ماضی کی تکلیف دہ یادیں ہوتی ہیں جیسے افسوس، غصہ، ناراضگی یا اپنی کسی کمی کی شدت احساس سے خود ترسی وغیرہ۔ اسی طرح مستقبل کے بارے میں بھی جانے یا انجانے تفکرات سے انسان ذہنی اذیت میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ سارے منفی خیالات ہیں۔ان سے انسان کی قوتِ مدافعت کا نظام بُری طرح متاثر

Marfat.com

ہوتا ہے۔ اس میں ہارمونز بڑا کردار ادا کرتے ہیں۔ ان میں خاص طور پر 'ایڈرینل' اور 'پچوٹری گلینڈز' متاثر ہو کر کچھ کیمیائی مرکبات خارج کرتے ہیں جن کا اثر براہِ راست دل و دماغ پر ہوتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں کئی امراض جنم لیتی ہیں؛ مثلاً خون کا بڑھا ہوا دباؤ، دل کے امراض، ذیابیتس اور دوسری جان لیوا بیماریاں جیسے فالج، کینسر وغیرہ۔ ایسی کیفیات کا ایک حل یہ ہے کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی بڑی چھوٹی سب عنایات کو ایک ایک کر کے گنتے رہنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا اور آئندہ حالات اس کے سپرد کر دینا ہے۔ ایسا کرنے سے بہت سارے منفی خیالات سے چھٹکارہ مل سکتا ہے۔

اصل زندگی، کوئی بھی کام کرتے وقت اس کے نتائج کی توقعات سے بالاتر ہو کر اور ماضی اور مستقبل کے خیالات دل سے نکال کر صرف اور صرف اپنے کام میں مگن رہ کر اس سے لطف اندوز ہونا ہے۔ چونکہ مستقبل کے بارے میں کوئی نہیں جانتا، لہٰذا دیانت داری اور محنت سے کام کرتے ہوئے نتائج اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے سے ایک خاص قسم کی تسلی کا احساس ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ جب بندے کو اس پر یقین ہوتا ہے تو وہ تسلیم و رضا کا نمونہ بن جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ جو کام لطف اندوز ہوتے ہوئے پوری محویّت سے کیا جائے یعنی اس میں ذوقِ سفر ہو تو اس سے آہستہ آہستہ 'لمحہ موجود' میں رہنے کی عادت ہو جاتی ہے جس سے آ گہی کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات، ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

Marfat.com

ذہن اور سانس کا تعلق:

ذہن کو سکون کی حالت میں لانے میں سانس کا کردار بڑا اہم ہے کیونکہ ذہن سانس کے ساتھ حرکت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اپنی روح پھونک کر زندگی میں سانس کی اہمیت کا احساس بھی دلایا ہے۔ سانس لینے کے ساتھ انسان کے اندر آکسیجن کے علاوہ ایک قسم کی 'کائناتی توانائی' بھی داخل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی انسان، دن میں سخت کام کرنے سے تھک جانے کے بعد، اگر چند منٹ کے لئے سو جائے تو تروتازہ ہو جاتا ہے کیونکہ سوتے وقت دماغ سے 'تھیٹا' لہروں کا اخراج ہوتا ہے جس میں 'کائناتی توانائی' انسان کے اندر داخل ہوتی ہے۔ انتہائی یکسوئی کی حالت میں بھی ذہن سے 'تھیٹا' اور اس میں مزید گہرائی میں جانے سے 'ڈیلٹا' لہروں کا اخراج ہوتا ہے اور اس طرح 'کائناتی توانائی' انسان کے اندر جذب ہوتی ہے۔ صحت مند زندگی کے لئے سانس لینے کے کئی ایک سائنسی طریقے دریافت کئے جا چکے ہیں۔ بہر حال یہاں صرف یکسوئی کے حوالے سے ذکر کیا جاتا ہے۔

تفکرات سے چھٹکارہ:

سب سے پہلے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ سانس ہمیشہ منہ بند کر کے نتھنوں کے ذریعہ لیا جاتا ہے۔ اب کسی پُر سکون جگہ کا انتخاب کر لیں جہاں مکمل خاموشی اور تنہائی ہو۔ آہستہ آہستہ ایک لمبا سانس لیں اس طرح کہ پھیپھڑوں کے نچلے حصے سے شروع کریں اور اوپر تک بھر لیں۔ سانس اندر لیتے وقت تصور میں بسم اللہ الرحمان الرحیم کہتے ہوئے محسوس کریں کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں اور رحمتیں سر سے لے کر پاؤں تک جذب ہو رہی ہیں۔ اس حالت میں جتنی دیر ممکن ہو سانس روک لیں۔ اس وقفے میں اللہ تعالیٰ کی عنایات کو ایک ایک کر کے گنیں اور ان کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے آگے دل ہی دل میں سرنگوں ہو جائیں۔ پھر

Marfat.com

پھیپھڑوں کے نچلے حصے سے اوپر تک آہستہ آہستہ ہوا نکالتے ہوئے محسوس کریں کہ تمام تفکرات سانس کے ساتھ باہر نکل کر ہوا میں تحلیل ہو گئے ہیں۔ اسی طرح یہ عمل پانچ یا سات بار دہرائیں۔ اس سے آپ ہلکا محسوس کریں گے، تفکرات غائب ہو جائیں گے اور اپنے آپ کو پُرسکون پائیں گے۔

نماز:

اس کے بعد دو یا چار رکعت نماز نہائیت خشوع و خضوع سے ادا کریں تاکہ دل میں مکمل اطمینان کی کیفیت پیدا ہو۔ یہ اللہ کی یاد کی ایک خوبصورت شکل ہے۔ نماز قائم کرنے کا حکم اپنے اندر (اور معاشرے میں بھی) ہم آہنگی پیدا کرنے کی تربیت ہے۔ انفرادی طور پر یہ اللہ تعالی کی بندگی اور اظہارِ محبت کے ساتھ اس سے ہم کلامی ہے اور اس سیدھے راستے پر چلنے کا عزم اور دعا ہے جس کی منزل ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''بیشک میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو'' (72)۔ یہ کیفیت کہ 'تم اللہ کو دیکھ رہے ہو' اس وقت پیدا ہوتی ہے جب بندہ غائب کو حاضر جانتا ہے اور یہ تب ہوتا ہے جب اس کے لئے شدید دلی لگاؤ ہو۔ پس نماز میں جب انتہائی اطمینان، یکسوئی اور دلی لگاؤ کے ساتھ ادا کرتے ہوئے یہ محسوس ہو کہ اسکے اندر کی پاکیزہ روح یعنی روح علوی اپنے خالق اور محبوب سے ہم کلام ہے تو بندہ ساری دنیا سے کٹ کر اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے۔

شوق ِترا گر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

Marfat.com

3۔ ذکر الٰہی کے اثرات

فَاِ ذَا فَرَ غۡتَ فَا نۡصَبۡ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَا رۡ غَبۡ (73)

(پھر جب آپ فارغ ہوں تو محنت کیجئے اور اپنے رب کی طرف رغبت کیجیے)

نماز کی طرح یکسوئی سے ذکر کے بھی دو پہلو ہیں۔ایک ذہن کی ایسی کیفیت ہے جس میں انسان دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر اللہ کی یاد کے ساتھ اس کی ذات میں گم ہو جاتا ہے۔ دوسرا اس کی شدید محبت کی تڑپ ہے جس کے ساتھ بندہ اسے اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کرتا ہے۔دراصل ذہن اور دل کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ذہن دلیل کے ساتھ کام کرتا ہے جبکہ دل محبت اور حرارت کا سرچشمہ اور پاکیزہ احساسات کا حامل ہوتا ہے۔لہذا آ گہی کے لئے دونوں کا امتزاج ضروری ہے۔

ذکر کے لئے کوئی جگہ مخصوص نہیں، یہ کہیں بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ دلوں میں بستا ہے۔ لہذا ساری زمین عبادت گاہ ہے۔اب آرام دہ حالت میں اس طرح بیٹھیں کہ کمر سیدھی ہو۔ جسم تنا ہوا نہ ہو یعنی ارادی طور پر جسم کو ڈھیلا رکھیں، سانس بالکل معمول کے مطابق ہو، مکمل خاموشی ہو، ذہن پرسکون ہو اور باہر سے رابطہ منقطع ہو اس طرح کہ اب اپنے محبوب سے ملنا ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے

Marfat.com

ذکر کے طریقے:

ذکر کے بہت سے طریقے ہیں۔ان میں سے ایک اَللّٰہُ کا اور دوسرا اَلا اِلٰہَ اِلّا اَللّٰہ کا ذکر ہے۔ان کے بھی مختلف انداز ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

1۔اللہ کے نام کا ذکر:

درج ذیل طریقے سے یا جس طرح کسی سے سیکھا ہو صرف اَللّٰہُ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے۔اگرچہ اللہ کے بہت سے نام ہیں لیکن اس تربیت کے حوالے سے نام اَللّٰہُ زیادہ موزوں ہے کیونکہ یہ اس کا ذاتی نام ہے۔اسے دو حصوں میں لیا جاتا ہے جیسے،اَللّٰـــہُ ،اور' ہ 'یعنی ہُو نہیں بلکہ' ہٗ ' کیونکہ اللّٰـــہ' کہنے سے نام مکمل ہوتا ہے۔پس آنکھیں اور منہ بند کر کے ناک سے بالکل معمول کے مطابق سانس آنے جانے دیں اور پورے انہماک سے صرف سانس پر دھیان رکھیں۔لہٰذا جب سانس اندر جائے تو اللہ کے لفظ کی آواز تصوّر میں سنائی دے اور ساتھ تصوّر میں دکھائی دے کہ اللہ کا نور دل کے ذریعے تمام بدن میں سرائت کر گیا ہے اور اس کی محبت سے جسم کا ایک ایک خلیہ سرشار ہو رہا ہے۔جب سانس باہر نکلے تو' ہٗ ' کی آواز تصوّر میں سر کے اندر سنائی دے۔اس کے ساتھ محبت کی شدّت احساس ہو کہ اللہ کی ذات پورے سر میں سما کر اس کی معرفت سے ہمکنار کر رہی ہے۔

اس دوران ضروری ہے کہ جسم کے کسی حصے میں تناؤ نہ ہو یعنی جسم اس طرح سکون کی حالت میں ہو کہ اس کے کسی عضو کی موجودگی کا احساس تک نہ ہو اور اللہ کی ذات ایک ایک خلیے میں جذب ہوتی محسوس ہو۔یہ بھی یاد رہے کہ اس میں سانس بالکل معمول کے مطابق لیا جاتا ہے جیسے آپ کسی خوبصورت وادی میں بیٹھے ہیں اور بادِ سحر کی طرح خاموشی سے ہلکی ہلکی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔شروع شروع میں باہر سے خیالات آتے رہیں گے،ان کی

Marfat.com

پرواہ نہ کریں اور ہر دفعہ اپنی توجہ واپس لائیں۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے بیٹھ کر ذکر کرنا ممکن نہ ہو تو لیٹ کر بھی کیا جا سکتا ہے لیکن خیال رہے کہ نیند غالب نہ آ جائے۔ شروع میں کم از کم پندرہ منٹ یہ ذکر جاری رکھیں۔ پھر آہستہ آہستہ یعنی ہر ہفتے اس مدت میں اضافہ کرتے جائیں۔

2۔ لمحہ موجود: ذکر ختم کرنے کے بعد خاموشی سے بیٹھے (یا لیٹے) رہیں اور تصور کی نگاہ سے اللہ تعالیٰ کا نور جسم کے ہر ایک عضو، رگ رگ اور خلیے میں سموتا ہوا دیکھیں اور محسوس کریں۔ اپنے سر سے شروع کریں اور جسم کے ایک ایک حصے میں سے گزرتے ہوئے یعنی ماتھے، آنکھوں، چہرے، گردن، سینہ، سینے کے اندر کے اعضاء، دل، بازو، ہاتھ، پیٹ اور اس کے اندر کے اعضاء، ران، پنڈلیوں اور پاؤں تک اپنے تمام بدن کے ایک ایک خلیے کو اللہ کے نور سے منور ہوتا دیکھیں۔ اس کے بعد ذہن کو بالکل خالی کر دیں تا کہ 'لمحہ موجود' میں صرف اور صرف اس پاکیزہ ذات کا انکشاف ہو۔

3۔ **لا الہ الا اللہ** کا ذکر: اس ذکر کے لئے منہ بند رکھتے ہوئے ناک کے راستے آہستہ آہستہ اس طرح سانس باہر نکالیں کہ پھیپھڑوں کے نچلے حصے سے شروع کر کے اوپر تک خالی کریں اور تصور میں لَا اِلٰـــہ (نہیں کوئی معبود اور محبوب) کی آواز تصور میں سنائی دے اور ساتھ ہر معبود، محبوب اور ہر خیال کو دل سے نکال دیں۔ پھر تھوڑی دیر رک جائیں۔ یہ ایک چھوٹا سا وقفہ ہو گا جس میں کوئی اور خیال نہ ہو۔

پھر ایک لمبا سانس اسطرح اندر لیا جائے کہ پھیپھڑوں کی نچلی سطح تک ہوا پہنچ جائے۔ پھر آہستہ آہستہ باقی پھیپھڑے بھی اوپر تک بھر لیں۔ اس دوران تصور میں اِلَّا اللّٰہُ (مگر اللہ) کی آواز سنیں اور ساتھ اللہ کی محبت دل میں محسوس کریں۔ اس کے بعد کچھ دیر کے لئے سانس روک لیں۔ اس وقفے کے دوران محسوس کریں کہ سر سے پاؤں تک نس نس اور ایک ایک خلیہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہو رہا ہے اور ساتھ تصور میں دیکھیں کہ اس کا نور ہر خلیے

Marfat.com

میں سرائت کر رہا ہے۔ دونوں وقفوں میں لمحہ موجود ہے جس میں اللہ کی ذات کا ادراک ہوتا ہے۔ مشق کے دوران اگر توجہ بھٹک جائے تو اس کی پرواہ نہ کریں اور توجہ واپس لائیں۔
شروع میں یہ ذکر جتنی دیر آسانی سے ہو سکے جاری رکھیں۔ پھر آہستہ آہستہ یہ دورانیہ بڑھاتے جائیں۔

خودی کا سرِ نہاں، لا الہ الا للہ
خودی ہے تیغ، فساں لا الہ الااللہ

4۔ ذکر کا تیسرا طریقہ: ذکر کا ایک اور طریقہ جس میں انسان مکمل طور پر دنیا سے کٹ جاتا ہے۔ اس کے لئے دونوں کانوں کو ہاتھ کے انگوٹھوں سے اور دونوں آنکھوں کو انگلیوں سے بند کریں اور منہ بند کر کے ناک کے راستے ایک لمبا اور گہرا سانس لیں۔ اس کے ساتھ تصور میں نورِ الٰہی اپنے اندر داخل ہوتے دیکھیں اور ساتھ ہی انگلیاں ناک کے دونوں طرف رکھ کر سانس کو بھی بند کر لیں۔ پھر دل ہی دل میں 'اللہ' کے نام کی آواز کانوں میں سنیں اور اس میں ایسے کھو جائیں کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہے۔ (اس طرح لا الہ الا اللہ کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے)۔ شروع میں تین، پانچ یا سات بار یعنی جتنی بار آسانی سے ممکن ہو اللہ کا نام تصور میں سنتے ہوئے سانس روکے رکھیں۔ پھر ناک کے راستے سانس چھوڑ دیں، ہاتھ واپس لائیں اور کچھ دیر کے لئے معمول کے مطابق سانس لیں۔ اس طرح تین، پانچ یا سات بار یہ مشق دہرائیں۔
شروع میں روزانہ کم از کم ایک ہفتہ یہ مشق جاری رکھیں۔ پھر ہر ہفتے یا زیادہ مدت کے بعد یعنی جیسے آسانی ہو اس تعداد میں طاق عدد کے ساتھ اضافہ کرتے جائیں۔ بہر حال خیال

Marfat.com

رہے کہ صحت، سانس روکنے کی اہلیت اور اپنی ہمت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ ذکر کیا جائے۔ لہذا اپنے اوپر جبر نہ کرتے ہوئے آہستہ آہستہ منزل کی طرف ایک ایک قدم آگے بڑھیں تا آنکہ حقیقت منکشف ہو جائے۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سرِّ حق بر ما بخند

(آنکھ بند، کان بند اور لب بند، پھر تو حق نہ پائے تو مجھ پر ہنس دینا)

ایسی مشقوں سے جب محسوسات اور جذبات کا میلان ہوتا ہے تو اس روح سے واقفیت کے ساتھ اس کا ادراک ہوتا ہے جو انسان کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ یہ مشقیں بلا ناغہ شروع میں کم از کم پندرہ منٹ سے آدھ گھنٹہ کی جائیں۔ پھر آہستہ آہستہ یہ مدت بڑھائی جائے۔ مزید تقویت کے لئے ہر نماز کے بعد چند منٹ کے لئے ’اَللّٰہ‘ والا ذکر کرنے سے اللہ کا جلدی قرب نصیب ہوتا ہے۔

یہ مشقیں اپنے طور پر بھی کی جا سکتی ہیں لیکن کسی ماہر رہنما کی نگرانی سے بہتر نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ بہر حال اس کے لئے مستقل مزاجی کے ساتھ بلا ناغہ کوشش درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے ملنے کے لئے تجھے بہت محنت کرنی ہوگی پھر مجھے ملنا ہے(74)۔ اور جو لوگ مجھے ملنے کے لئے جہدِ مسلسل کرتے ہیں ہم انہیں اپنا رستہ ضرور دکھا دیتے ہیں(75)۔

5: راتوں کو یاد کرنا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ”اسے کثرت سے یاد کرو اسے راتوں میں اُٹھ اُٹھ کر یاد کرو“ اور ”جب آپ اٹھتے ہیں تو اللہ دیکھتا ہے اور سحری کے وقت بھی یاد کرو تا کہ وہ

Marfat.com

تمہیں مقام محمود تک پہنچادے'' (76)۔

میں نے پایا ہے اسے اشک سحر گاہی میں
جس در ناب سے خالی ہے صدف کی آغوش

سحری کے وقت اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر یاد کرنے کی حکمت صاف ظاہر ہے کہ، جیسے اوپر بیان کیا گیا ہے، ذہن اس وقت ایسی حالت میں ہوتا ہے جو آگہی کے لئے موزوں ترین ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جیسا وہ میرے ساتھ رکھے۔۔۔۔۔ اگر وہ میری طرف ایک بالشت آتا ہے تم میں اس کی طرف ایک گز جاتا ہوں، اگر وہ میری طرف ایک گز آتا ہے تو میں اس کی طرف دو گز جاتا ہوں، اگر وہ میری طرف آہستہ آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں'' (77)۔

رازِ ہستی راز ہے جب تک کوئی محرم نہ ہو
کھل گیا جس دم، تو محرم کے سوا کچھ بھی نہیں

اطمینان قلب، ہم آہنگی اور صحت:

ذکرِ الٰہی اپنے آپ سے پیار کا عمل ہے۔ اس سے زندگی ملتی ہے۔ اپنے اندر ایک نہ بیان ہونے والی سکون، اطمینان اور ہم آہنگی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں جسمانی اور ذہنی صحت برقرار رکھنے اور توانائی حاصل کرنے کا ایک زبردست راز پوشیدہ

Marfat.com

ہے۔ سائنسی تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ ارتکاز کے عمل سے جو یکسوئی حاصل ہوتی ہے اس سے ہر قسم کی بیماریوں کے خلاف جسم کی قوت مدافعت بڑھ جاتی ہے اور انسان بیمار نہیں پڑتا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس سے بیشمار بیماریوں کا علاج بھی ممکن ہے۔ اس لئے اب مغرب کے کئی ایک ہسپتالوں میں کینسر جیسے موذی مرض اور کئی ذہنی بیماریوں کے علاج کے لئے با قاعدہ ارتکاز کی مشق کرائی جاتی ہے۔ ہالینڈ کے صحت کے ایک ادارے میں تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ 'اللہ' کے نام کا ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت سے کئی ذہنی بیماریوں سے نجات مل جاتی ہے (78)۔

با قاعدگی کے ساتھ ارتکاز کے عمل سے انسان کے اندر تخلیقی صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں اور اس کی جائز اور نیک خواہشات خود بخود پوری ہوتی جاتی ہیں۔ روزگار میں ترقی، علم و حکمت میں اضافے کے ساتھ صحیح قوتِ فیصلہ پیدا ہوتی ہے۔ ماورائی قوتوں کا پیدا ہونا، جیسے خیالی پیغام رسانی اور مستقبل کی خبریں وغیرہ، ذکر کے اضافی اثرات ہیں۔ بہر حال اگر انسان ان کے پیچھے لگ جائے تو اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے جو حصولِ عرفان ہے۔

ہر گونہ یاد سے محبت کے جذبات کی ترجمانی:

اللہ کی ہر گونہ یاد کے ایک معنی یہ ہیں کہ جب بندہ دنیاوی کاموں میں مصروف ہوتا ہے تو اسے یہ احساس ہو کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے اور اسے دیکھ رہا ہے۔ حتیٰ کہ جو خیالات دل میں آتے ہیں، ان سے بھی باخبر ہوتا ہے۔ ایک شخص کو حلال روزی کمانے کے لئے بہت محنت درکار ہے اور فرصت نہیں۔ ایک دوسرا شخص کسی انتظار یا سفر میں ہے، اسے کچھ اور کرنے کے لئے نہیں ہوتا صرف ذہن میں ادھر ادھر کے خیالات آتے ہیں۔ ایک تیسرا شخص ہے کہ اس کے پاس ویسے ہی فراغت ہے۔ اس طرح جب بھی کسی کو کوئی فرصت کا لمحہ ملے تو ہر آتے جاتے سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر جاری رکھنا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مصداق ہے کہ "جو اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور پہلوؤں کے بل یاد کرتے ہیں" (۳۷)۔ اس سے منزل قریب ہوتی جاتی ہے اور اللہ سے محبت کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے۔

Marfat.com

اس محبت کا ایک خوبصورت اظہار اپنے محبوب کے رنگ میں رنگنا ہے۔

4۔ اللہ کا رنگ اختیار کرنا۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَ نَحْنُ لَهُ عَابِدُوْنَ (79)

(اللہ کا رنگ اختیار کرو اور رنگ کے لحاظ سے اللہ سے زیادہ اچھا کون ہے اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں)

محبت۔ محبت ایک ایسا جذبہ ہے جس کا تعلق دل سے ہے۔ اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ محبت پانے کے لئے اپنے اندر محبت پیدا کرنی پڑتی ہے کیونکہ محبوب کی محبت دراصل اپنے اندر کی محبت کا عکس ہوتا ہے۔ بس آ گہی کے لئے جذباتی طور پر محبت کے بغیر منزل ناتمام رہتی ہے کیونکہ اللہ سے شدید محبت ایمان کا خاصہ ہے۔ لہٰذا محبت کا ایک انداز یہ ہوتا ہے کہ عاشق اپنے محبوب کے رنگ میں رنگ جاتا ہے جیسا کہ درج بالا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اس ہدایت کے دو پہلو ہیں۔ ایک اللہ کے رنگ میں رنگنا ہے جو اپنے اوصاف کو اللہ کے رنگ میں رنگ لینا ہے۔ دوسرا عبادت ہے جس میں اپنے قول و فعل اور جذب و جوش میں اللہ کی عبدیت کا کامل نمونہ پیش کرنا ہے جو انسان کی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے۔

اللہ کے رنگ کی شرح۔ اللہ کا رنگ اختیار کرنے کی شرح اَتَّصِفُوا بِصِفَاتِ اللّٰهِ وَ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ سے ملتی ہے کہ اپنے اندر اوصافِ خداوندی پیدا کرو۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ ان میں کئی ایک کا تعلق جذبات سے ہے، جیسے محبت، رحمت، مہربانی، درگزر وغیرہ۔ کچھ امن اور سلامتی سے، کچھ عدل و انصاف سے اور کچھ اس کے ناظم و مقتدر ہونے سے تعلق رکھتی ہیں۔ بہت سی صفات کا تعلق اس کے ہر شے پر قادر ہونے کے بارے میں ہے جبکہ بہت سی اس کی بڑائی سے

Marfat.com

5۔ ارتقائی منازل

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (80)

(آپ کا رب جلد آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے)

اگر چہ خودی کی نمو کبھی کبھی معجزاتی طور پر یک دم ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے محبت اور دوستی کے حوالے سے انسان درجِ ذیل ارتقائی منازل سے گزرتا ہے۔

اطاعت اور یادِ الٰہی: آ گہی کے حصول کی پہلی منزل اللہ پر ایمان اور اطاعت کے ساتھ اس کی ہر گونہ یاد ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ یاد کے لیے خالق کائنات کا نام 'اللہ' دوسرے تمام ناموں کا بھی احاطہ کرتا ہے۔ لہذا اس کے باقاعدہ ذکر سے انسان کے اندر اوصافِ خداوندی کی نمو ہوتی جاتی ہے۔ ساتھ ساتھ صفاتی ناموں میں غور و خوص سے نکھار پیدا ہوتا ہے۔

جبر، تضادات اور لگاؤ: اس راستے پر چلتے وقت شروع میں ایک جبر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس میں کئی قسم کے تضادات ابھرتے ہیں۔ لہذا ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے جد و جہد درکار ہے۔ ان ابہام سے گزرنے کے بعد ایک لگاؤ پیدا ہوتا ہے۔ یہ لگاؤ وقت کے ساتھ ساتھ محبت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

محبت: روزمرہ کے حوالے سے محبت کی ایک مثال انسان کی ازدواجی زندگی ہے جس میں عام طور پر شادی کے رشتے سے منسلک ہونے کے بعد ایک دوسرے کی چاہت کا ایک لمبا عرصہ درکار رہتا ہے جس کے بعد دو دلوں میں صحیح معنوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ سے محبت کے لئے بھی اس کی اطاعت کے ساتھ ہر گونہ یاد سے اس کی چاہت ضروری ہے جو وقت

Marfat.com

کے لئے جب بندہ، اللہ اور اس کے رسول کا نمونۂ اطاعت بن جاتا ہے اور خالقِ کائنات کے اوصاف اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کو اپنے اندر سمونے کی لگن میں ہر وقت مصروف رہتا ہے تو یہ جذبہ وقت کے ساتھ ساتھ محبت اور پھر عشق کا رنگ اختیار کر لیتا ہے جس میں وہ اپنے محبوب کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ یہ وہ کیفیت ہے جس میں جوشِ وجدان کے ساتھ آ گہی حاصل ہوتی ہے۔

عشق کے مضراب سے، نغمۂ تارِ حیات
عشق سے نورِ حیات، عشق سے نارِ حیات
عقل و دل و نگاہ کا، مرشدِ اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں، بت کدہ تصورات

پس جو شخص اس حقیقت کو پالیتا ہے وہ موت کو بھی خوشی سے اپنی آغوش میں اتارنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ اسے ہمیشہ کی زندگی کی طرف لے جارہی ہے۔

خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقامِ حیات
کہ عشق موت سے کرتا ہے امتحانِ ثبات

Marfat.com

6۔ معاشرتی اصلاح

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ (81)

(ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح پہچان لی)

صبح وشام تسبیح۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبح وشام تسبیح کی یاد دہانی بھی بہت پُر حکمت معنوں کی حامل ہے۔ 'سبحان اللہ' کا ایک مطلب جو زبان زدِ عام ہے کہ ہر اچھی بات سن کر یا خوبصورت چیز دیکھ کر سبحان اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا ہوتا ہے اور اس کا بار بار وِرد یعنی دہرانے کا مطلب بھی یہی ہے۔

دوسرا معنی جو متعلقہ آیات سے ظاہر ہے کہ جیسے کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے قانون اور قاعدے کے مطابق سرگرمِ عمل ہے اور اس سے کوئی ذرّہ بھر بھی انحراف نہیں کر رہی، اسی طرح انسان کو چاہیے کہ وہ بھی ویسے ہی کمال، احسن اور بے عیب طریقے سے دیئے گئے ضابطہ کے مطابق صبح شام اپنے کام سرانجام دے اور اپنی تمام ذمہ داریاں خوبصورتی سے نبھائے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے لہٰذا ان الفاظ کے بار بار دہرانے کا مقصد دراصل اپنی ذمہ داریوں سے اسی طرح بخوبی عہدہ برآ ہونے کی یاد دہانی ہے۔

اس بات کو سمجھانے کے لئے ذکر، تسبیح، نماز اور زکوٰۃ سے متعلق آیات کے آگے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

☆ "کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے ہیں سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ سمجھ لیا (81)۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دنیاوی زندگی سے فرار یا گوشہ نشینی کی بجائے اللہ کا منشا یہ

Marfat.com

ہے کہ اسے یاد رکھتے ہوئے دنیا میں بندہ اپنی ذمہ داریوں سے بھی بہترین طور پر سبکدوش ہوتا رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالی درج ذیل الفاظ میں خوش خبری سناتا ہے۔

☆ ''اے ایمان والو! تم اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرو۔ وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تا کہ وہ تمہیں ظلمات سے نور کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر بہت رحم کرنے والا ہے۔' ان کی جس روز اللہ سے ملاقات ہوگی تو ان کے لئے سلام ہوگا اور ان کے لئے اجرِ عظیم ہوگا'' (82)۔

اللہ سے یہ ملاقات جس میں سلامتی ہے، امن کا پیغام ہے اور اس دنیا میں بھی امن کے حصول کی نشان دہی کرتا ہے۔

قیامِ نماز و ادائیگیِ زکوٰۃ

وَوَجَدَكَ ضَآ لًّا فَهَدٰى (83)

(آپ کو ناواقف راہ پایا پھر ہدایت بخشی)

قیامِ نماز:

ذاتی سطح پر انسان کے اندر پاکیزگی کے ساتھ اللہ کی محبت اور اجتماعی سطح پر معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے قیامِ نماز ایک بے مثال تربیت کا ذریعہ ہے۔ شرط یہ ہے اس کے ایک ایک لفظ کو سمجھ کر ادا کرتے ہوئے خلوص کے جذبات کے ساتھ انہیں اپنے اندر اس طرح اتارا جائے کہ وہ واقعتاً زندگی کا حصہ بن جائیں یعنی جو زبان سے کہا جا رہا ہو وہ دل کی گہرائیوں میں اتر جائے تا کہ وہ تحت الشعور کا حصہ بن کر شخصیت کا حصہ بن جائیں۔ اس طرح نماز کی روح کو سمجھ کر صرف

Marfat.com

نماز پڑھنے کی بجائے قائم کرنے سے انسان کے اندر اور اجتماعی طور پر معاشرہ میں امن اور ہم آہنگی پیدا کرنے کا اہتمام ہے۔ اجتماعی سطح پر اس مقصد کے حصول کے لئے نماز کئی سطح پر ہوتی ہے؛ مثلاً محلے کی سطح پر روزانہ پانچ وقت با جماعت مسجد میں، ہر ساتویں روز جمعہ کی نماز جو بڑی سطح پر ہوتی ہے۔ اس سے بڑی سطح پر سال میں دو بار عیدین کی نمازیں اور حج کے موقع پر میدان عرفات میں عالمی سطح پر لاکھوں کی تعداد میں لوگ اکھٹے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اس طرح یہ اللہ تعالٰی کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اس کے حضور حاضری کے ساتھ لوگوں میں اتحاد، تنظیم، مساوات، قیادت کی اطاعت، وقت کی قدر اور پابندی، منکرات سے بچاؤ اور سب کے لئے سلامتی اور امن کی تربیت ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

زکوٰۃ:

زکواۃ کا تصور ایک فلاحی معاشرہ کی تشکیل کے ساتھ ہر شخص کی بنیادی ضروریات پورا کرنا ہے۔ اس طرح یہ رضائے الٰہی، تزکیہ مال کے ساتھ لوگوں کی بہبود، سلامتی اور امن کا ذریعہ ہے۔ اس کی ادائیگی لوگوں میں مدد کا جذبہ پیدا کرتی ہے اور محبت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

- محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے

Marfat.com

پس جو لوگ آ گہی کے ساتھ ذاتی اور معاشرتی اصلاح کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بے شمار انعامات سے نوازتا ہے اور یہ لوگ انعام یافتہ ہیں جن کا ذکر سورۃ فاتحہ میں انعمت علیھم سے کیا جاتا ہے۔

اوپر دی گئی نور سے متعلق آیات کے بعد اگلی آیات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو منکر ہیں۔ ان کے بارے ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ان کے لئے کوئی نور نہیں بلکہ وہ گہرے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں (84)۔ گویا ایسے لوگ مغضوب اور گمراہ ہیں۔ پھر اللہ اپنے مالک و خالق ہونے کا اس طرح بیان فرماتا ہے جس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اس موضوع پر خطاب کے اختتام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ اس کے لئے جہدِ مسلسل کرتے ہیں وہ انہیں اپنی طرف ضرور راہ دکھاتا ہے۔ یہ راستہ آ گہی حاصل کرنے سے جلدی طے ہوتا ہے۔

7۔ صراطِ مستقیم اور قرآن سے رہنمائی

صِرَاطٌ عَلَىٰٓ مُسْتَقِيْمٌ (85)

(یہ راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے)

صراطِ مستقیم کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "

☆ یہ راستہ قرآن ہے جو نصیحت ہے۔ سو جو چاہے اپنے پروردگار تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرے" (86)۔

Marfat.com

قرآن مجید ذاتِ باری تعالیٰ کا ترشح ہے جو حکمت سے بھرا ہوا زندگی کے ہر پہلو کے لئے رہنمائی کرتا ہے اور اس زندگی اور آنے والی دونوں میں کامیابی کا راستہ دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ اسے ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ کر پڑھنے اور غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں (87)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

تم لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود اللہ تعالیٰ سے نکلی ہے یعنی قرآن۔

قرآن میں غور و فکر کی دعوت: قرآن کی کم و بیش آٹھ سو آیات میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ غور و فکر کے لئے قرآن کے معنی سمجھنا بنیادی شرط ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

☆ ہم نے آپ ﷺ پر قران نازل کیا تا کہ جو کچھ لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہے آپ ﷺ ان کے سامنے بیان کریں اور وہ (خود بھی) غور و فکر کریں (88)۔

یہ اجتہاد کا راستہ بتایا گیا ہے جس پر چل کر غور و فکر کر کے تعقل اور تدبر کے ساتھ ہر دور کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے درست راستے کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال یہ ضروری ہے کہ یہ راستہ روح اسلام سے مماثلت رکھتا ہو۔ اس طرح اللہ تعالی نے خاتم النبیّن حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ دینِ اسلام کو ہمیشہ کے لئے مکمل فرما دیا۔ لہذا آئندہ کے لئے کسی نئے دین یا نبی کی ضرورت نہیں رہی۔

Marfat.com

باب ہشتم

آگہی کے تصرّفات

آگہی سے جب انسان کی روح علوی کا اتصال اپنے منبعِ ارواح سے ہو جاتا ہے جو عقلِ کُل اور محبت ورحمت کا بحرِ بے کراں ہے تو اس کے بہت سے اوصاف کی جھلک انسان کے اندر بھی نمایاں ہوتی ہے اور اس طرح وہ قوّت وتوانائی، علم وعرفان، عقل ودانش، الفت ومحبت اور ہم آہنگی کا حامل ہو جاتا ہے۔ آگہی انسان کو ایسے اوصافِ حمیدہ اپنانے میں مدد دیتی ہے جو ذات کی تکمیل کے لئے بہت اہمیت کے حامل ہیں؛ مثلاً آزادی جو عبدیت کے تابع ہو، عدل واحسان، ایثار و سخاوت، عفوودرگزر، تسلیم ورضا اور سلامتی وامن وغیرہ۔ لہذا ان کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

1۔ وحدت

آگہی سے جب انسان اپنے اندر اللہ کی ذات کا ادراک پاتا ہے اور اسکے رنگ میں رنگ جاتا ہے تو اس کا رشتہ اس عظیم وحدت سے مضبوط بنیادوں پر استوار ہو جاتا ہے۔ پس جب سب لوگ آگہی حاصل کرتے ہیں تو اس عظیم وحدت سے تعلق کی نسبت ایک دوسرے سے منسلک ہو جاتے ہیں جس سے باہم روابط قائم ہوتے ہیں کیونکہ سب لوگوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح اُتاری ہے۔ جوں جوں یہ روابط بڑھتے ہیں لوگ ایک دوسرے کے قریب ہوتے جاتے ہیں جس سے ان کے درمیان اخوت کے جذبات مضبوط ہوتے ہیں۔ یہ اخوت ایک عالمگیر اخوت کے ساتھ پوری انسانیت کو ایک فطری اتحاد کی طرف مائل کرتی ہے جو تمام

Marfat.com

دنیا میں حقیقی امن کی ضامن ہوتا ہے۔

خودی سے اس طلسمِ رنگ بُو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جسے نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

2۔ آزادی

آ گہی انسان کو نہ صرف جسم سے بلکہ تمام مادی خواہشات اور دنیا کے غم وفکر سے آزاد بنا دیتی ہے۔ یہ بھی آزادی کا ایک پہلو تھا جس کا اظہار آدمؑ نے روزِ اوّل ممنوعہ پھل کھا کر کیا تھا جس کے پیچھے تجسس کارفرما تھا۔ بہرحال اسلام نے اس آزادی کو عبدیت کے اقرار سے محدود کیا ہے۔ قیامِ نماز کا انداز جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا، جس میں رکوع و سجود ہیں، آ گہی سے آزاد اور بے باک فطرت کو اللہ کے تابع فرمان بناتا ہے۔ 'رکوع' میں انسان کی خودغرض اَنا جھک جاتی ہے اور 'سجود' غرور اور تکبّر کی مکمل طور پر نفی کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ قیامِ نماز کا بار بار حکم دیتا ہے۔ بندگی میں عظمت ہے اور تکبّر سے انسان روندھا جاتا ہے۔

متاعِ بے بہا ہے درد و سوز و آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

اگرچہ آ گہی حاصل کے بعد بندہ اپنے مادی تقاضوں کو ایک اعتدال کے ساتھ ذمہ داری اور دیانت سے پورا کرتا ہے لیکن وہ ان سے دِلی طور پر آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے

Marfat.com

کہ یہ سب عارضی ہیں یعنی انہیں بقا حاصل نہیں۔ اس طرح وہ ان کے کھو جانے کے خوف سے بھی آزاد ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا مطمع نظر صرف نیک کام کرتے ہوئے اپنی ذات کے لئے اور مجموعی طور پر سب کے لئے امن کا حصول ہوتا ہے۔

3۔ ایثار اور سخاوت

آ گہی اس قانونِ فطرت کی طرف راغب کرتی ہے جس کے تحت پوری کائنات دینے اور لینے کے اصول پر کاربند ہے۔ انسان کا جسم بھی کائنات کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہوئے ماحول کے ساتھ زندگی کی ضروریات کا تبادلہ کر رہا ہے جو سب کی بقا کا ذریعہ بنتی ہیں؛ مثلاً وہ سانس لیتے وقت نباتات سے خارج شدہ آکسیجن لے رہا ہے جو اس کے خون کو صاف کر رہی ہے اور سانس نکالتے وقت نباتات کی ضرورت کی کاربن ڈائی آکسائڈ تبادلے میں دے رہا ہے۔ یہ سلسلہ اگر رک جائے تو دونوں کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ پس لوگوں کے درمیان بھی مادی اور جذباتی تبادلے زندگی کو قائم و دائم رکھنے اور خوشیاں حاصل کرنے کے لئے نہائیت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

آ گہی پانے کے ساتھ انسان کے دل میں یہ احساس بھی شدت سے ابھرتا ہے کہ کس طرح قدرت کی ہر چیز دوسروں کے کام آ رہی ہے؛ مثلاً سورج روشنی اور گرمی دوسروں کو دیتا ہے، شہد کی مکھی دوسروں کے لئے شہد بناتی ہے، مرغی انڈے دوسروں کے لئے دیتی ہے اور پھول اپنی خوشبوئیں دوسروں کے لئے بکھیرتے ہیں۔ لہٰذا جو بندے کو عطا ہوا ہے مثلاً مال و دولت، علم و ہنر، پیار و ہمدردی وغیرہ اسے دوسروں میں بھی بغیر کسی لالچ یا غرض کے، بے لوث جذبے کے تحت، بانٹنا اس کا ایک فطرتی عمل بن جاتا ہے۔

Marfat.com

یہ بھی عین فطرت ہے کہ 'عمل اور ردِ عمل' کے اصول کے تحت جو کچھ انسان دوسروں میں تقسیم کرتا ہے ویسا ہی یا پھر اس سے بھی بہتر واپس ملتا رہتا ہے۔ وہ خوشیاں اور مسکراہٹیں بانٹتا ہے اور خوشیاں اور مسکراہٹیں اسے واپس ملتی ہیں۔ لہذا جب کسی کو کچھ ملتا ہے تو وہ ان عنایات کا دل سے مشکور بھی ہوتا ہے۔

4۔ عدل واحسان

آ گہی انسان کو عدل واحسان کی طرف راغب کرتی ہے جس سے وہ اپنی روحانی اور مادی زندگی دونوں کے ہر پہلو میں اعتدال کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ایک طرف اللہ کی طرف دل سے رجوع کرتا ہے اور دوسری طرف اپنے دنیاوی حقوق بھرپور طریقے سے ادا کرتا ہے۔ عدل وانصاف معاشرے کی زیادتیوں اور تلخیوں سے نجات دلاتا ہے جب کہ احسان عدل کا حسن و جمال ہے جس میں لوگوں کے ساتھ درگزر، خوش خلقی، رواداری، ہمدردانہ اور فیاضانہ سلوک اور ایسا نیک برتاؤ جس سے دوسروں کو خوشیاں ملیں، شامل ہوتی ہیں۔

5۔ عفوودرگزر

آ گہی کا ایک اور خاصہ عفوودرگزر ہے جو اللہ تعالی کی صفات کا پرتو ہے۔ کسی شخص کی زیادتی یا غلطی کی وجہ سے انسان کے اندر غصہ، غضب، ناراضگی، خفگی، نفرت یا حقارت کے جذبات پیدا ہونا ایک فطری عمل ہے لیکن ایسے جذبات انسان کو بذاتِ خود غصہ، بغض یا کینہ وغیرہ کی شکل میں ایک کرب اور سزا کی شکل میں مبتلا رکھتے ہیں۔۔ لہذا انہیں قابو پا کر ان سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارہ پانا معاف کرنے کے مترادف ہے۔ اگرچہ یہ بڑا مشکل کام ہے لیکن آ گہی حاصل ہونے کے بعد انسان بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسروں کو اس طرح

Marfat.com

معاف کرتا ہے کہ ان پر کوئی غصہ یا رنج ادھار کی صورت میں باقی نہیں رہتا اور نہ ہی کسی قسم کی توقعات وابستہ ہوتی ہیں۔ بہر حال یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ قانونی تقاضے اپنی جگہ مقدّم رہتے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ قصاص کی رعائت دیتا ہے جس میں معاوضہ یا معافی دونوں عنصر شامل ہیں۔

6۔ تسلیم و رضا

آ گہی بندے کو تسلیم و رضا کی چلتی پھرتی تصویر بنا دیتی ہے وہ ہر کام صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہے اور جیسے بھی حالات ہوں اسے اللہ پر مکمل بھروسہ ہوتا ہے۔ وہ نا گفتہ بہ حالات سے پریشان نہیں ہوتا اور صبر سے کام لیتے ہوئے مثبت تبدیلی کے لئے ہر طرح سے کوشش جاری رکھتا ہے۔ اس کے باوجود اگر خواہش کے مطابق نتائج نہیں ملتے تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کی مصلحت سمجھتا ہے۔ اسے توکّل کہتے ہیں جس کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' (89)۔

ہر شاخ سے یہ نکتۂ پیچیدہ ہے پیدا
پودوں کو بھی احساس ہے پہنائے فضا کا
ظلمت کدہ خاک پہ شاکر نہیں رہتا
ہر لحظہ ہے دانے کو جنوں نشو و نما کا!
فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہِ عمل بند
مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا!

Marfat.com

7۔ امن اور سلامتی

آ گہی سے ذکرِ الٰہی کے ساتھ بندہ اطمینان قلب پاتا ہے جو سراسر امن ہے۔ اس طرح جب وہ اپنے رب سے قلبی تعلق استوار کرلیتا ہے تو اس کا باطن پاک اور روشن ہو جاتا ہے اور جب باطن پاک ہوتا ہے تو اسکا ظاہر یعنی جسم خیالات اور ماحول بھی پاک و صاف رہتے ہیں۔ اسے اچھے کام پسند ہوتے ہیں اور وہ فضائلِ اخلاق کی چلتی پھرتی تصویر بن جاتا ہے۔ وہ دنیا میں رہ کر اپنے حقوق اور ذمہ داریاں احسن طریقے سے پوری کرتا ہے۔

وہ لوگوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات رکھتا ہے اور ان سے معاملات سچائی، دیانت اور محبت کی بنیاد پر طے کرتا ہے۔ دوسروں کی مصیبت کے وقت اس کے دل میں اخوت اور ہمدردی کے جذبات کے تحت، مدد کا جذبہ ابھرتا ہے۔ وہ اپنا آرام، ضروریات اور خواہشات کو دوسروں کی ضروریات پر ترجیح دیتے ہوئے مشکل کے وقت ان کے کام آتا ہے۔ وہ صرف رضائے الٰہی کے حصول کیلئے مذہبی اور ذاتی اختلافات سے بالاتر ہو کر خلقِ خدا پر مہربانیاں نچھاور کرتا ہے اور اس طرح وہ بے لوث محبت کا خواہاں ہو کر دنیا میں مجسم نمونۂ امن بنتا ہے۔

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل! کہ مغلوبِ گماں تو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے

Marfat.com

حصہ دوم

نیابتِ الٰہی اور امن

خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا
مقامِ رنگ و بو کا راز پا جا
برنگِ بحر، ساحل سے آشنا رہ
کفِ ساحل سے دامن کھینچتا جا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

زمین میں انسان کا مقام

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ (90)

(پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو)

1 ۔ نیابت الٰہی اور امن

آ گہی سے انسان اپنی حقیقت کا ادراک پاتا ہے کہ وہ کون ہے۔ اس پہچان سے اطمینانِ قلب کے ساتھ اس میں بہت سی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں، اوصاف حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اور اسے صحیح طور پر زندگی ملتی ہے۔ انہیں حاصل کرنے کے بعد ہر صاحب شعور انسان سوچتا ہے کہ آخر اس کا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے یعنی وہ یہاں کیوں آیا جب کہ اس کی تخلیق جنت میں ہوئی؟

اس سوال کا جواب آیتِ بالا سے ملتا ہے کہ اسے اللہ نے اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ یہ حقیقت اللہ تعالیٰ کے اس خطاب سے مزید واضح ہوتی ہے جب اس نے فرشتوں سے آدم کی تخلیق کے بارے فرمایا کہ

''بیشک میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں'' (91)۔

علاوہ ازیں وہ افراد اور اقوام جو گزر چکی ہیں، اللہ تعالی انہیں بھی مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ''

وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا اور تم میں سے ایک دوسرے پر درجات بلند

Marfat.com

کیے تا کہ تمہیں ان نعمتوں کے بارے میں آزمائے جو اس نے عطا کیں" (92)۔

اللہ تعالیٰ کے اس خطاب سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کا نائب ہونے کی حیثیت سے انسان دنیا میں اپنے اپنے دائرہ کار میں کیسے کام کرتا ہے۔

خلیفہ ایک بڑا پُر معنی اور جامع لفظ ہے جس میں نائب، وائسرائے، ڈپٹی، حاکم، گورنر، وارث اور جانشین سب کا تصور پایا جاتا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی۔ اس کے ساتھ یہ ایک بہت بڑا امتحان بھی ہے جو ہر فرد کے لئے ہے اور ان کی نسبت قوموں کے لئے ہے کیونکہ قومیں افراد کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کی نیابت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونا اس دنیا میں آنے کا مقصد قرار پاتا ہے۔ چونکہ آ گہی سے انسان کا تعلق اپنے منبعِ ارواح سے مضبوط بنیادوں پر استوار ہو جاتا ہے لہٰذا اس سے نیابت کی ذمہ داریاں بطریق احسن ادا ہوتی ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے لئے کیسے اعمال کرنے ہیں؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کے درجِ ذیل فرمان سے ملتا ہے:

"اللہ تعالیٰ، ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اعمالِ صالح یعنی نیک کام کئے، وعدہ فرماتا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو بنایا اور ان کے اس دین کو، جسے اللہ نے پسند کیا ہے، مضبوط بنیادوں پر قائم کرے گا، اور ان کی حالتِ خوف کو بدل کر انہیں امن دے گا" (93)۔

اللہ تعالیٰ کے درجِ بالا کلمات سے یہ ظاہر ہے کہ یہ نیابت کی استطاعت ہے جو انسان کو عطا ہوئی۔ لہٰذا نیابت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایمان اور اعمالِ صالح یعنی نیک کام ہر شخص کے لئے فرائض کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو شخص آ گہی حاصل کر چکا ہے، پختہ ایمان اس کی فطرت اور اس کی زندگی اعمالِ صالح کا عملی نمونہ بنتی ہے لیکن ان شرائط کا

Marfat.com

پورا کرنا بہر حال سب کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے قران مجید کی درجنوں آیات میں بے شمار انعامات اور نعمتوں سے بھرپور باغوں کا ذکر ہے جن میں ان سے کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ باامن داخل ہو جاؤ (94)۔

یہ حقیقت بھی خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ ایمان اور نیکی کے کاموں کا حاصل 'امن' ہے جو انسان کے اندر اس کی روح کے لئے امن اور وسیع تر سطح پر سب کے لیے قیامِ امن ہے جو دراصل اس دنیا میں جنت کا حصول ہے۔ اس پر اللہ تعالی کا یہ کلام دلیل قاطع ہے کہ " آگاہ ہو! کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے" اور مطمئن قلب کو مخاطب کر کے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ " اے نفسِ مطمئنہ! رجوع کر لے اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلی آ (95)۔ اس طرح جسے دنیا میں جنت مل جاتی ہے وہ آخرت میں بھی جنت پاتا ہے۔

اب ذہن میں ایک اور سوال ابھرتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو خلافت دنیا کے لئے عطا فرمائی تو پھر پہلے جنت میں کیوں ٹھہرایا؟ اس کی حکمت تو وہ ہی جانتا ہے لیکن ظاہر یہ ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ پر جنت کی حقیقت واضح ہو جہاں نعمتوں سے بھرے ہوئے باغ ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی وہاں اللہ تعالی سے ملاقات ہوگی اور اس کی رضا اور خوشنودی ہوگی اور اس کی طرف سے سلام ہوگا اور امن ہوگا اور اللہ فرماتا ہے کہ یہی بہت بڑی کامیابی ہے (96)۔ نعمتوں سے بھرے ہوئے باغوں کو اللہ تعالی جنت سے معنون فرماتا ہے۔

Marfat.com

2۔ جنت کا تصور

جنت کا تصور ہمیشہ سے انسان کیلئے کئی ایک حوالوں سے باعث کشش رہا ہے۔ دراصل جنت کی جس تصویر اور جن لذائذ کا ذکر کیا گیا ہے وہ ایک تمثیل کے طور پر ہیں جیسا کہ درج ذیل آیات سے ظاہر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

☆ جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ۔۔۔۔(97)۔

☆ اس دن آپ ایمان والوں اور ایمان والیوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہی بہت بڑی کامیابی ہے(98)۔

☆ جنت میں نعمتوں کے باغ ہوں گے۔۔۔۔۔۔۔وہاں ہم شکل پھل ہوں گے لیکن مزا مختلف ہوگا۔۔۔اس کے پھل دائمی ہوں گے۔۔۔۔۔۔۔شراب ایسی ہوگی جس سے نہ سر درد ہوگا اور نہ عقل میں فتور آئے گا(99)۔

☆ کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے اعمال کے بدلے میں ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کی کون کون سی پوشیدہ چیزیں رکھی ہیں(100)۔

اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ کو شیطان کے وسوسوں سے بچانے اور جنت کی حقیقت کا احساس دلانے کے لئے یوں مخاطب کرتا ہے کہ"

☆ "ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے اور تم تکلیف میں پڑ جاؤ۔ بیشک تمہارے لئے (یہاں اہتمام) یہ ہے کہ تم اس میں بھوکے ہوگے اور نہ ہی ننگے اور بیشک نہ تو پیاسے ہوگے اور نہ تمہیں دھوپ لگے گی" (101)۔

دراصل یہ انسان کے لئے نشان دہی ہے اور ہدائت بھی کہ وہ اس کا نائب ہونے کی

Marfat.com

حیثیت سے اس دنیا کو بھی ویسی ہی جنت کا نمونہ بنائے جس میں کوئی شخص نہ بھوکا رہے، نہ ننگا اور نہ کسی دوسری تکلیف میں پڑے، گویا ہر طرح سے آرام کی زندگی بسر ہو۔۔ آدمؑ کا ممنوعہ درخت کا پھل کھا لینا اس بات کی دلیل بھی ہے کہ انسان کو یہ اختیار حاصل ہے۔لہذا وہ اس اختیار اور اپنے فکر و عمل سے اس دنیا کو ایسی ہی جنت بنا سکتا ہے جس میں کوئی شخص بھوکا، ننگا یا تکلیف میں نہ رہے اور ہر طرح سے امن ہو۔ یہ ایک ایسی اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کی طرف راہنمائی ہے جس میں ہر شخص کی بنیادی ضروریات پوری ہوں۔

بہر حال جنت کے انعامات کا تصور جو عام طور پر پایا جاتا ہے وہ اس سے یقیناً کہیں اعلیٰ و ارفع ہوگا جس کا سمجھنا انسان کی محدود عقل سے بالاتر ہے۔ یہ سب اللہ کے مخلص بندوں کے لئے ہے اور اخلاص وہ ہوتا ہے جس میں کسی لالچ کے بغیر صرف اپنے محبوب کی رضا اور خوشنودی کی خاطر عمل ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام اعمال کے نتائج نیتوں پر موقوف ہیں (77)۔

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر ! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے
اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اِسے تنہا بھی چھوڑ دے

حور و خیام سے گزر ، بادہ و جام سے گزر
جسکا عمل ہے بے غرض اسکی جزا کچھ اور ہے

Marfat.com

3۔ اسلام کا نظریہ حیات:

آ گہی اپنے رب سے اخلاص کی بنا پر محبت کا تعلق استوار کرتی ہے جو اطمینان قلب کا ذریعہ ہے اور جو اس دنیا میں جنت کا ایک پہلو ہے۔ لہذا اسلام کا نظریہ حیات، آ گہی کے حصول کے ساتھ، ایمان اور اعمالِ صالح سے جو اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہوں، نیابت الٰہی کا حق ادا کرتے ہوئے اس دنیا کو جنت کا ایسا نمونہ بناتا ہے جس میں ہر طرح سے خوشحالی اور امن ہو۔

اس مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے عبادت کا تصور بھی دیا اور فرمایا کہ

" اور "میں نے جن اور انسان پیدا کئے تا کہ وہ میری عبادت کریں" (102)۔

عبادت ایک جامع تصور ہے جو انسان کی ساری زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ عبادت کے مقصد کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

" "اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔۔۔ تا کہ تمہیں تقویٰ حاصل ہو" (103)۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

تقویٰ نیکیوں کا اصل الاصول ہے۔

لہٰذا عبادت راستہ ہے حاصل نہیں۔ اسکا حاصل انسان کا روحانی ارتقاء اور ایک ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل ہے۔

پس ایمان اور اخلاص کے ساتھ نیکیوں کی نہج پر نیابتِ الٰہی کی ذمہ داریاں بطریق احسن ادا کرنا جو بغیر کسی لالچ کے ہو، اللہ تعالیٰ کی اس محبت کا تقاضا ہے جس کے تحت اس نے انسان کو اپنے ساتھ روحانی تعلق اور نیابت کی فضیلت بخشی۔ دراصل نیابت، اللہ تعالیٰ کی عبدیت کے اقرار اور اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ اس دنیا کی حاکمیت ہے۔

Marfat.com

یہ نیابت افراد کو سونپی گئی اور ان کی نسبت اقوام کو عطا کی گئی۔اس طرح یہ نیابت یعنی خلافت افراد اور اقوام کے لئے ایک بہت بڑا امتحان بھی ہے۔

آیئے!اب دیکھیں کہ خلافت جو افراد اور اقوام کو عطا ہوئی اس کے بارے میں اللہ تعالی کے کیا ارشادات ہیں۔

4۔ فرد بطور نائب

اِنِّی جَاعِل" فِی الْاَ رُضِ خَلِیُفَةً (91)

(بیشک میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں)

قرآن مجید میں خلیفہ کا لفظ بارہا استعمال ہوا ہے اور اس کے مختلف جگہ پر مختلف معنی پائے جاتے ہیں؛ مثلاً اس کے معنی نائب، حکمران اور جانشین کے بھی ہیں جن کا استعمال متن کے حوالے سے پایا جاتا ہے۔وضاحت کے لئے متعلقہ آیات کے حوالے درج ذیل ہیں۔

1۔ ''بے شک میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

2۔ ''وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا اور تم میں سے ایک دوسرے پر درجات بلند کیے تاکہ تمہیں ان نعمتوں کے بارے میں آزمائے جو اس نے عطا کیں۔بے شک تمہارا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہی بخشنے والا اور نہایت رحم فرمانے والا ہے''(92)۔

3۔ ''بھلا وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے، اس کی تکلیف رفع کرتا ہے اور تمہیں زمین پر خلیفہ بناتا ہے اور کیا کوئی اللہ کے سوا الٰہ ہے؟تم لوگ کم ہی سوچ رکھتے ہو''(104)۔

4۔ ''وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔لہٰذا جو کفر کرتا ہے تو اس کا وبال اس پر

Marfat.com

ہے اوران کا کفر انکے رب کا غضب بڑھاتا ہے اوران کے خسارے میں اضافہ کرتا ہے'' (105)۔

تحریرِ بالا پہلی آیت میں زمین میں ایک خلیفہ کا ذکر ہے جو ظاہر ہے حضرت آدمؑ کے حوالے سے ہے جبکہ دوسری آیت میں ہر شخص کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس میں ایک اشارہ تو لوگوں کے درمیان درجات میں فرق سے متعلق ہے کہ بعض کو بعض پر اونچے درجات عطا فرمائے اور بعض کو کم۔ یہ درجات کئی طرح سے ہو سکتے ہیں، علم و دانش میں، دولت کی کمی بیشی سے، طاقت میں فرق سے، کارکردگی اور جذبات کی نسبت بہر حال جو کچھ بھی کسی کو عطا ہوا ہے اس میں اس کی آزمائش ہے۔ یہ عطا انسان کی اپنی کوشش کا نتیجہ بھی ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''بندے کو وہی ملتا ہے جسکی وہ کوشش کرتا ہے اور جو شخص محنت کرتا ہے اپنے ہی فائدے کے لئے کرتا ہے'' (106)۔

تیسری آیت سے ظاہر ہے کہ اگر ایک شخص اپنے محاسبہ کے نتیجہ میں محسوس کرتا ہے کہ وہ نیابت کے حق کی صحیح طور پر ادائیگی نہیں کر رہا اور وہ معافی مانگتے ہوئے اپنے اندر مثبت تبدیلی لانے کا عزم کر لیتا ہے، اس کیلئے کوشش کرتا ہے اور اللہ سے مدد کے لیے دعا گو بھی ہوتا ہے تو وہ اس کی پکار ضرور سنتا ہے اور اس کی تکلیف رفع فرماتا ہے اور اس کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔ گویا بنیادی شرط، اللہ تعالیٰ کو الٰہ مانتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی اور اپنے درجات کی بلندی کے لئے استقلال اور ثابت قدمی سے کوشش جاری رکھنا ہے اور یہی بے قرار کی پکار ہے۔

چوتھی آیت سے ظاہر ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو الٰہ ماننے سے انکار کرتا ہے یا خلافت کے حق کی ادائیگی نہیں کرتا تو اسے اس دنیا میں خلافت سے محروم کر دیا جاتا ہے اور اس کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں رسوائی لکھ دی جاتی ہے۔ لہٰذا ہر شخص کے لئے اپنے اپنے دائرہ کار میں اس نیابت کا کردار ادا کرنا ایک فرض کی حیثیت کا حامل ہے۔

Marfat.com

مخصوص فرد برائے خلیفہ:

اب خصوصیت کے ساتھ ایک فرد کے حوالے سے حکمرانی عطا فرمانے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا تو تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو'' (107)۔ پس یہ حکم ہر شخص کے لئے ہے جب وہ کسی بھی فیصلہ کرنے کی حیثیت میں ہوتا ہے۔

خلیفہ بطور وارث:

خلیفہ کے معنی نائب ہونے کے علاوہ وارث، یعنی جانشین کے بھی ہیں اور حاکم کے بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''بلاشبہ ہم زبور میں نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ بیشک میرے بندے جو نیک کام کرتے ہیں زمین کے وارث ہوں گے'' (108)۔ یہاں پر وارث کے معنی حاکم کے پائے جاتے ہیں اور جو لوگ اچھے کام کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اپنی نیابت کا حق عطا فرماتا ہے۔

قوم بطور خلیفہ:

چونکہ افراد کے مجموعے سے قومیں بنتی ہیں لہذا جیسے افراد ہوتے ہیں ویسی ہی قومیں بنتی ہیں۔ اس طرح خلافت افراد کی نسبت قوموں کو عطا فرمائی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''اللہ سے مانگو اور صبر کرو۔ یقیناً زمین اللہ کی ہے اور وہ اپنے بندوں سے جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دے پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو'' (109)۔ اس آیت میں بھی وارث سے مراد حکمران کے پائے جاتے ہیں اور خلیفہ کے معنی نائب، جانشین اور حکمران تینوں متصور رہیں۔

Marfat.com

5۔ خلافت ایک امتحان

لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (110)

(تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے)

نیابتِ الٰہی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جسے ایمان کی پختگی اور نیک اعمال کرتے ہوئے عبدیت کے ساتھ پورا کرنا فرض کی حیثیت رکھتا ہے جسے بطریق احسن ادا کرنا انسان کے دنیا میں آنے کا مقصد ہے۔ اس کے برعکس جنہوں نے اس سے بے اعتنائی برتی یا اس سے منکر ہوئے وہ دنیا سے مٹا دیئے گئے جیسا کہ درج ذیل آیات سے ظاہر ہے۔

''پھر ان کے بعد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو'' (111)۔

''جب اس نے تم کو قومِ عاد کے بعد خلیفہ بنایا اور تم کو زمین میں آباد کیا تو تم ہموار میدان میں محلات بناتے رہے اور پہاڑوں کو گھروں کی شکل میں تراشتے رہے۔ پس اللہ کے احسان کو یاد کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو'' (112)۔ یہ قوم ثمود تھی جس کو عاد کے بعد خلافت عطا ہوئی لیکن جب وہ خلافت کا حق ادا نہ کر پائی تو تباہ کر دی گئی۔ ''ہم نے ان کو خلیفہ بنایا لیکن جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہم نے انہیں غرق کر دیا (113)۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے عدل وانصاف، محنت، دیانت اور شوق وانہماک اہم ہیں۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کے اندر جہاں ضروری صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں وہاں خاص طور پر چند بنیادی شرائط کو اور اس کے ساتھ حصولِ علم، اخلاص اور اطاعت کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔

Marfat.com

باب دوم
نیابت کے لئے چند شرائط

بنیادی شرائط: جیسا کسی بھی نائب کے لئے ضروری ہوتا ہے اسی طرح اللہ کی نیابت کی ذمہ داریاں نبھانے کے لئے بھی کچھ بنیادی شرائط ہیں جو آ گہی حاصل کرنے سے پوری ہو جاتی ہیں۔ بہر حال یاد دہانی کے لئے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلی یہ ہے کہ جس کا نائب ہے اس کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط بنیادوں پر استوار رکھے اور ہمیشہ اس سے رابطے میں رہے۔

دوسری یہ ہے کہ تزکیہ و تعلم اور اخلاق حسنہ کو اپناتے ہوئے مطلوبہ صلاحیتوں کو اجاگر کر کے خود کو اس قابل بنائے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں سے بطریق احسن سبکدوش ہو سکے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ ہر کام اپنے مالک و محبوب کی رضا اور خوشنودی کے لئے دیئے گئے قواعد و ضوابط کے تحت کرے جس میں خلوص، سچائی، دیانت، محنت، رواداری، عفو و درگزر، صبر و استقلال، عدل و احسان اور دوسرے فضائل اخلاق خصوصیت کے حامل ہیں۔

چوتھی یہ ہے کہ وہ اپنا ہر کام محنت، نہایت کمال پختگی سے بے عیب سرانجام دے۔ یہ کام کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ مالک ہو یا ملازم، تاجر ہو یا صنعت کار، معلم ہو یا طالب علم، پیشہ ور ہو یا کسان، غرضیکہ ہر شخص اپنے اپنے دائرہ کار میں دی گئی شرائط کو اپناتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں نہائت احسن طریقے سے نبھانے کا ذمہ دار ہے۔ درج بالا شرائط اُس وقت پوری ہوتی ہیں جب بندے کا ایمان پختہ ہو اور نیکی اس کی فطرت قرار پائے۔

Marfat.com

1۔ حصولِ علم

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَ سْمَآ ءَ کُلَّھَا (114)

(اور آدمؑ کو سب نام سکھا دیئے)

نیابت کی ادائیگی کی اہلیت پانے کے لئے علم بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب یعنی حضرت آدمؑ کو سب سے پہلے علم عطا فرمایا اور فرشتوں سے سجدہ کروایا۔ علم کی اہمیت کا اندازہ نہ صرف نیابت سے متعلق درجِ ذیل آیات سے ہوتا ہے جن میں علم کا بار بار ذکر ہے بلکہ قرآن مجید میں سینکڑوں بار اس کی اہمیت کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے": بیشک میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔" فرشتوں نے عرض کیا کہ" کیا تو اُسے بنانا چاہتا ہے جو زمین میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا جب کہ ہم تیری تعریف کے ساتھ حمد وثنا اور تقدیس بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ عرض داشت سختی سے رد کرتے ہوئے فرمایا: " مجھے علم ہے جو تمہیں علم نہیں"۔ پھر آدم کو سب نام سکھا دیئے اور انہیں ملائکہ کے سامنے پیش کر کے فرمایا کہ" اگر تم سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ" انہوں نے عرض کیا:" اے الٰہی! تو پاک ہے ہمیں تو کچھ علم نہیں۔ ہم تو صرف اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا تو نے ہمیں عطا کیا ہے۔ بیشک تو ہی علم وحکمت والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:" اے آدم! اِن کو اُن کے نام بتا دو۔ پھر جب آدم نے فرشتوں کو نام بتا دیئے تو فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں ہی آسمانوں اور زمین کا علم رکھتا ہوں اور جو چیز تم ظاہر کرتے ہو یا چھپاتے ہو اس کا بھی مجھے علم ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور جب حکم دیا فرشتوں کو کہ آدمؑ کو سجدہ کرو" (114)۔

Marfat.com

حضرت آدمؑ کا فرشتوں کو سب نام بتا دینا اور فرشتوں سے اسے سجدہ کروانا اس بات کی دلیل ہے کہ علم کی وجہ سے آدمؑ کو فرشتوں پر ایک فضیلت عطا فرمائی۔

سب نام سکھانے سے ظاہر ہے کہ ہر قسم کا علم حضرت آدم اور ان کی وساطت سے بنی آدم کی گدّی میں داخل کر دیا جو سب انسانوں کے تحت الشعور میں موجود ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی بھی موضوع کے بارے میں جاننے کے لئے جتنی کوشش کرتا جاتا ہے اس کے بارے اس کے علم میں اتنا ہی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جس طرح ہندسوں کی گنتی کی کوئی حد نہیں اسی طرح کسی بھی شے کے بارے میں علم حدود سے باہر ہے۔ پس نیابت کے حق کی بطریق احسن ادائیگی کے لئے علم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

قرآن مجید میں شروع سے آخر تک بار بار غور و فکر اور تعقل و تدبر کی دعوت دی گئی ہے۔ خاص طور پر درج ذیل آیات اس حقیقت پر دلیلِ قاطع ہیں۔

"بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور شب و روز کے بدلنے میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں جو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں کے بل یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں اور بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا"۔۔۔۔۔۔(115)۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دعوت ہر قسم کے علوم، سائنسی ہوں یا دوسرے ،سب کے لئے ہے۔ دراصل قوانینِ قدرت کے سمجھنے کا نام ہی سائنس ہے۔ قدرت کے مشاہدے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت، بزرگی اور ایک زبردست خالق ہونے کا اعتراف ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر انسان کے اندر خون کی نالیوں کی لمبائی جو جوڑنے سے قریباً بہتر ہزار کلومیٹر بنتی ہے، دل، بغیر رُکے، اُن کے آخری سرے تک خون پہنچاتا رہتا ہے۔ دیکھنے میں دل صرف گوشت کا ایک لوتھڑا ہے لیکن کمال یہ ہے کہ یہ سال ہا سال بغیر کسی باہر کی طاقت کے خود بخود

Marfat.com

چلتا رہتا ہے لیکن جب رک جاتا ہے تو انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس انسان آج تک جو پمپ ایجاد کر سکا ہے وہ چھ ہزار کلومیٹر کے فاصلے تک کوئی مائع چڑھا سکتا ہے۔ جب اسے یہ پتا چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کا ایمان اور پختہ ہوتا ہے۔ اس طرح انسان جب تھوڑی سی بھی توجہ سے قدرت کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے ہر طرف اللہ تعالیٰ کی کمال خلاقیت کا واضح ثبوت ملتا ہے؛ مثلاً سمندر میں چلتی کشتیاں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں، آسمانوں سے برستا پانی جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے، ہر قسم کے جانور اور مختلف انواع کی چھوٹی بڑی نباتات جن سے انسان بے شمار فائدے اٹھا رہے ہیں۔ اس طرح محسوسات کی سطح پر مخمل کی طرح ملائم پتیوں والے رنگ برنگے مختلف اقسام کے ان گنت پھول، پرندوں کے دلربا راگ، سورج کے طلوع وغروب کے دلکش نظارے، غرضیکہ ہر طرف خوبصورتی اور رعنائیوں کی تصویر دیکھ کر انسان اللہ تعالیٰ کی تعریف اور تسبیح کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ بھی سائنسی تحقیق کا نتیجہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے لئے بے شمار آسانیاں پیدا کر رہا ہے اور تسخیرِ کائنات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نئے نئے افکار سے دنیا میں بھلائی کے کام کر کے اسے خوبصورت اور پر امن بنا سکتا ہے

جہانِ تازہ کی ہے افکارِ تازہ سے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

لہٰذا جو افراد یا اقوام علوم وفنون اور سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کرتی ہیں وہ ہی دوسروں پر سبقت پاتی ہیں جیسا کہ دنیا کے حالات سے ظاہر ہے۔ لہٰذا مسلمانوں میں علم کے حصول اور ترویج کے لئے ایک بڑے جہاد کی ضرورت ہے تاکہ وہ نیابتِ الٰہی کے حق کی ادائیگی کے ساتھ دنیا میں ایک باعزت مقام پا سکیں۔

Marfat.com

2۔ اخلاص

قُلْ اِنِّی اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ(116)

(کہہ دیجیے مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کے لئے بندگی کو خاص کرتے ہوئے اس کی اطاعت کروں)

انسان جب اخلاص کا نمونہ بن جاتا ہے تو وہ کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس نیابتِ الٰہی کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ انسان کے نفس کے اندر وہ برائی ہے جو اس میں الہام کی گئی ہے اور جس سے بچنا ضروری ہے۔ اخلاص کی اہمیت درج ذیل آیاتِ ربّانی کے آخری حصہ سے ظاہر ہے۔

''جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ بیشک'' میں بجتی مٹی سے، جو سیاہ گارے جیسی ہے، آدمی بنانے والا ہوں، پھر جب میں اسے درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا۔ تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گر پڑے سوائے ابلیس کے۔ اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس! تجھے کس چیز نے اُسے سجدہ کرنے سے روکا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا؟ کیا تو نے تکبر کیا یا تو اونچے درجے والوں میں ہے؟ بولا میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے، اسے کھنکھناتی مٹی سے تخلیق کیا۔ اس طرح اس نے غرور کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اچھا! تو یہاں سے نکل جا، تو مردود ہے اور تیرے اوپر روزِ جزا تک لعنت ہے۔ ابلیس نے عرض کیا، اے میرے رب! مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بیشک تجھے مقررہ وقت کے دن تک مہلت ہے۔ اس نے کہا: اے میرے رب! جیسے تم نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں

Marfat.com

ان کے لئے زمین میں (برائی) خوشنما بنادوں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے ان بندوں کے جو مخلص ہوں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ یہی سیدھی راہ ہے جو مجھ تک پہنچاتی ہے یعنی جو اخلاص کے ساتھ اطاعت ہے (117)۔

ان آیات میں ایک زبردست خوشخبری ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں اخلاص ہے یعنی ان کی عبادت بے لوث ہے اور وہ اطاعت محبت کے ساتھ کرتے ہیں، وہی لوگ نفس کی بیماریوں سے بچ کر اللہ تعالیٰ کو پانے والے ہیں۔ اس کے ساتھ ایک بڑے خطرے کی نشان دہی بھی ہے کہ تکبر سے انسان روندا جاتا ہے۔ اللہ کی خدمت میں ابلیس کی اس عرض داشت سے کہ، جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، صاف ظاہر ہے کہ یہ اللہ کی مرضی سے تھا تا کہ انسان کو تکبر کی برائی کا اندازہ ہو سکے اور یہ اس کے لئے باعثِ عبرت ہو۔ لہٰذا یہ اس تصور کی نفی ہے کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی۔ اگر وہ انکار کا اختیار رکھتا تو اللہ تعالیٰ سے بندوں کو گمراہ کرنے کی مہلت کے لئے درخواست گزار نہ ہوتا۔

قلبِ سلیم: اخلاص کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے مخلص دل کو قلبِ سلیم کہا ہے۔ یہ وہ کیفیت ہے جس میں انسان صرف اور صرف اخلاص کا مجسمہ بن کر نیابت کے حقوق کی ادائیگی کرتا ہے۔ اس کی ایک خوبصورت مثال حضرت ابراہیمؑ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی رحمت سے نمرود کی آگ کو گلزار بنا دیا۔ اسی طرح جب انہوں نے رضائے الٰہی کے لئے اپنے بیٹے کی قربانی دینا چاہی تو اس کی جگہ ایک مینڈھا رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ سب اس لئے کہ ''وہ اللہ کے پاس قلبِ سلیم یعنی اخلاص سے پُر دل لے کر حاضر ہوئے تھے'' (118)۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پرخلوص ادا اتنی پسند آئی کہ اس جذبے کی یاد قیامت تک ساری امت کے لئے ایک سنت کے طور پر زندہ کر دی جو ہر مسلمان کے لئے اللہ کی راہ میں خلوص کے ساتھ یعنی بغیر کسی لالچ کے اپنی

Marfat.com

جان تک قربان کرنے کا اعادہ ہے۔

اسی طرح ایک قلب منیب کا ذکر ہے جس کے بارے ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ
''جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتا اور رجوع کرتا ہوا دل لایا، اسے کہا جائے گا کہ امن کے ساتھ جنت میں داخل ہو جا'' (119)۔

رجوع کرنے والے دل سے مراد بھی مخلص اور طاعت پذیر دل ہے جو بے خوف و خطر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ایسے رجوع کرنے والے یعنی مخلص دل ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ ایسے قلوب کا بھی ذکر فرماتا ہے ''جو پتھر کی طرح سخت ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلنے لگتا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں'' (120)۔

اس خوبصورت تمثیل میں مختلف انسانوں کے دلوں کی کیفیات بیان کی گئی ہیں جس سے یہ ظاہر ہے کہ اگر انسان کا قلب پتھر ہو چکا ہے لیکن جب بھی وہ اللہ کی طرف اخلاص کے ساتھ رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر کے اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے جس سے اس کے دل سے محبت اور نیکی کے چشمے ابلنے لگتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اخلاص ایک ایسی صفت ہے جس سے انسان اللہ کا قرب حاصل کر کے امن پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے مخلص اور متقی بندوں کے لئے جنت میں بیشمار نعمتوں کے ساتھ سلامتی اور امن اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اسکی خوشنودی کا ذکر فرماتا ہے جو ایک خاص قسم کی طمانیت کی کیفیت ہوگی اور اخلاص وہ ہوتا ہے جس میں صرف اپنے محبوب کی رضا اور خوشنودی درکار ہو۔

Marfat.com

3۔ اطاعت و بندگی

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا (121)

(کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ کیوں نہیں ہم گواہ ہیں)

انسان کے اندر روحِ علوی اور روحِ بخاری کا امتزاج لطافت و کثافت دونوں خصائل کا حامل ہے لیکن فضائل اس کی روحِ علوی اور اس فطرت کی بنا پر جو اللہ کی فطرت پر بنائی گئی، رزائل پر سبقت رکھتے ہیں۔ یہ فطرتِ سلیمہ ہے جس کی بنا پر آدمؑ کو تخلیق کے بعد جنت میں ٹھہرایا گیا۔ یہ غالباً اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تجلّیات اور انعامات کا شعور بیدار ہو اور جنت کی حقیقت معلوم ہو اور وہ دنیا میں جا کر اسے بھی جنت کا نمونہ بنائے۔ پھر زمین پر بھیجنے سے پہلے روحِ بخاری کے اثر کے تحت ممنوعہ پھل کھلا کر نفسانی خواہشات کے تحت فعل کے نتیجے سے روشناس کرایا تا کہ وہ اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے پاک کر کے اس قابل بنائے کہ اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ بن کر نیابت کا حق ادا کر سکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''اس نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی اور پوچھا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے ہم گواہ ہیں تو ہی ہمارا پروردگار ہے'' (121)۔

اس طرح انسانی روح نے جسم میں آنے سے بہت پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نیکی اپنانے کا وعدہ کر لیا تھا جو انسان کے اندر فطرت کے طور پر چھپا ہوا بندگی کا اقرار ہے۔ چنانچہ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے پکارتا ہے اور وہ بھی پکارنے والے کی پکار سنتا ہے (122)

Marfat.com

بلاشبہ نیکی کی استعداد انسان کے اندر ایک فطرت کے طور پر موجود ہے۔ پس جب انسان اسے استعمال کرتا ہے تو بہترین اعمال وقوع پذیر ہوتے ہیں اور اس کے اندر وہ تمام خوبیاں نشوونما پاتی ہیں جو اس کی ذات کی تکمیل کے لیے درکار ہیں۔ اس طرح وہ ایک اچھا انسان بن کر نہ صرف ذاتی طور پر اپنے روحانی ارتقاء سے منزلِ مقصود کی جانب سفر کرتا ہے بلکہ اجتماعی طور پر بھی معاشرے کی فلاح و بہبود اور امن کا باعث بنتا ہے۔

اس کے برعکس اپنے اندر روح بخاری کے اثر کے تحت جب کوئی شخص نیکی کی استعداد سے بے اعتنائی برتتے ہوئے بُرے اعمال کرتا ہے تو یہ حیوانی خصلت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا غیر فطری عمل ہے جس کا قدرتی نتیجہ انسان کی ناکامی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔

پس انسان اگر اپنی فطرتِ سلیمہ پر قائم ہے تو وہ نیابت کے حق کی ادائیگی کے ساتھ اس دنیا کو جنت کا نمونہ بنا سکتا ہے۔ اگر اس سے روگردانی کرتا ہے تو وہ ممنوعہ پھل کھانے کے مترادف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت اس وعدے کی ایفا بھی ہے جو اس کی روح نے دنیا میں آنے سے بہت پہلے کر لیا تھا جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''بس عقل والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں وہ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں''۔ ''تو جو اس کے بعد پھر جائیں وہ بدکردار ہیں'' (123)۔

اس لئے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ

''عہد پورے کرو کہ عہدوں کے بارے پرسش ہوگی'' (124)۔ اور

''نیکی اور تقوای میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کرو'' (125)۔

Marfat.com

باب سوم

نیابت کے فرائض

آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

(جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے)

1۔ ایمان اور اعمال صالح

نیابتِ الٰہی کی ذمہ داریوں سے عہدا برآ ہونے کے لئے جو بنیادی فرائض قرار دئے گئے ہیں وہ ایمان اور اعمال صالح یعنی اچھے کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''ایک رسول (ﷺ) جو تم پر اللہ کی واضح آیات تلاوت کرتا ہے تا کہ اُن لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے آئے'' (126)۔ لہٰذا ایمان اور اعمال صالح کی عملی شکل کے لئے اور نور کی طرف رہنمائی رسول اللہ ﷺ سے ملحق ہو کر آپ ﷺ کے ارشادات اور 'اسوہ حسنہ' سے ملتی ہے جن پر عمل سے انسان منزلِ مقصود پا لیتا ہے۔ اب یہاں ایمان اور اعمال صالح کے تصورات کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے لیکن ان موضوعات پر تفصیل سے ذکر ایک دوسری تحریر 'روحِ اسلام اور امن' میں کیا گیا ہے۔

2۔ ایمان اور اس کی تکمیل

ایمان کا تصور: ایمان دل کی ایسی کیفیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات پر

Marfat.com

ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک یقینِ کامل ہو اور یہ بھی یقین ہو کہ وہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے اور دلوں کے اندر جو خیالات آتے ہیں ان سے بھی پوری طرح واقف ہوتا ہے اور یہ کہ آخر میں سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ جب یہ احساسات انسان کے دل میں پوری طرح جاگزیں ہو جائیں تو وہ اپنے جسم، خیالات اور اعمال کو ہر طرح سے پاک رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کے لئے اپنی جان ومال سے جہاد یعنی مستقل مزاجی سے سخت جدوجہد کرتا رہتا ہے۔ تعمیلِ حکم کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں پر، فرشتوں پر، اس کی بھیجی ہوئی کتابوں پر اور آخرت پر یقین اور اس کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی اطاعت اس کے ایمان کا حصہ بنتے ہیں۔

ایمان حاصل کرنے کی پہلی شرط اسلام قبول کرنا ہے۔ اسلام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے پانچ بنیادی ارکان ہیں: توحید ورسالت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی (127)۔ گویا یہ وہ ستون ہیں جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ یہ عمارت ایمان اور اعمالِ صالح یعنی نیک کاموں سے تکمیل پاتی ہے۔ لہٰذا صرف اسلام قبول کر لینے سے بندہ مومن نہیں بنتا۔ مومن بننے کے لئے زندگی کا ہر پہلو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا نمونہ بنانا اور ان کے ہر حکم کے مطابق زندگی کو ڈھالنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

'دیہاتی کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ آپ کہہ دیجئے: تم ایمان نہیں لائے، لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں۔ ایمان تو ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اگر تم اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہارے اعمال میں کچھ بھی کم نہیں کرے گا۔ بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے'' (128)۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق اسلام لانے کی شرط بنیادی ارکانِ دین ہیں (70)۔ پس درج بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان صرف بنیادی ارکانِ دین کی ادائیگی سے مکمل نہیں

Marfat.com

ہوتا۔اس کے لئے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم اور ارشادات کی محبت سے تعمیل اور اطاعت لازم ہے کیونکہ اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کو مومن کی خصوصیات بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت ساری مومن کی صفات ہیں جن کا محبت اور نیکی احاطہ کرتی ہے۔ان میں سے چند ایک درجِ ذیل ہیں۔

☆ ''سچے مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں، پھر شک نہیں کرتے اور اپنے اموال اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں(129)۔

☆ جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہ اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں''۔اور ''پیغمبر ﷺ ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں''۔''اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دیجئے، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور وہ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور وہ بخشنے والا مہربان ہے''(130)۔

☆ مومن وہ ہیں جو صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، حکم بجا لانے والے، خرچ کرنے والے، سحری کے اوقات میں بخشش طلب کرنے والے، نمازوں کی حفاظت کرنے والے، زکواۃ دینے والے، ایفائے عہد کرنے والے اور دیانت دار ہیں اور نیکیوں میں جلدی کرتے ہوئے دوڑ میں آگے نکل جاتے ہیں(131)۔

ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کارکشا، کار ساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دل بے نیاز

Marfat.com

3۔ اعمال صالح کی نوعیت

وَاَمَّا مَا یَنفَعُ النَّاسَ فَیَمکُثُ فِی الاَرضِ (132)

(اور جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین پر قائم رہتا ہے)

اللہ تعالیٰ نیکی کو تقویٰ سے معنون کرتا ہے اور اِرشاد فرماتا ہے کہ
''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو، بلکہ نیکی تو ان لوگوں کی ہے جو ایمان لائیں اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے نبیوں پر''۔

یہ فرمان، اللہ کی طرف سے نازل کیے گئے دنیا کے تمام مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان یگانگت کا پیغام ہے۔ مشرق اور مغرب کی طرف منہ پھیرنے سے مراد، اِن سمتوں کی طرف منہ کر کے صرف نماز پڑھ لینا ہی کافی نہیں کیونکہ نماز صرف پڑھنے کا نہیں بلکہ قائم کرنے کا حکم ہے جو وسیع تر معنوں کا حامل ہے۔ پس نیکی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا خطاب ان الفاظ میں جاری ہے:

''ایسے لوگ مال سے محبت کے باوجود اسے رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں پر اور گردنیں چھڑانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے اور زکواۃ دیتے ہیں اور جب عہد کر لیں تو اسے پورا کرتے ہیں اور تنگی و مصیبت کے وقت اور حق و باطل کے کارزار میں صبر کرتے ہیں'' (133)۔

نیکی سے متعلق آیات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ قصاص، موت سے پہلے مال کے بارے وصیت کرنے، روزے رکھنے، دوسروں کے گھر جاتے ہوئے اخلاقی

Marfat.com

قدروں کو ملحوظِ خاطر رکھنے، کسی سے زیادتی نہ کرنے، توبہ کرنے، پاک وصاف رہنے، لوگوں کے درمیان صلح کرانے، عورتوں کے ساتھ معروف طریقے سے سلوک کرنے، اللہ کو ہر وقت یاد رکھنے کو اور نماز، روزہ، زکواۃ، قربانی اور فضائل اخلاق سب کو تقویٰ سے معنون کرتا ہے اور انفاق، عدل وانصاف، ایفائے عہد، سچائی، صبر واستقلال، عفوو درگزر اور دوسرے اخلاقِ حسنہ کو متقی کی صفات قرار دیتا ہے۔

اس طرح اور بھی بہت سے احکامات ہیں جن پر نیکی کے حوالے سے عمل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ بہر حال عملِ صالح ہر وہ کام ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں کیا جائے اور خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دوسروں کے لئے کیا جائے۔

نیکی کی اور بھی بہت سی اشکال ہیں۔ ایک ماں اگر اپنے بچے کی صحیح طرح نگہداشت کرتی ہے اور تربیت سے اسے ایک اچھا انسان بناتی ہے تو گویا اس نے نہ صرف ایک نسل کو اچھا بنایا بلکہ پوری انسانیت کو اچھا بنایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مصداق ہے کہ جس نے ایک شخص کی جان بچائی تو گویا اس نے ساری انسانوں کو بچایا۔ اس طرح باپ کا بھی اپنا کردار ہے۔ ایک شخص اپنے، اپنے والدین، اہل خانہ اور عزیز واقارب کے حقوق کی ادائیگی کے لئے اور حلال روزی کمانے کے لئے تگ ودو کرتا ہے، ایک صنعت کار، تاجر، آڑھتی یا دوکاندار، مناسب نفع کماتے ہوئے لوگوں کی روزمرہ کی ضروریات مہیا کرتا ہے جبکہ گہری اور تحقیقی سوچ کے مالک سے نئے افکار، ایجادات، دریافتیں اور نئے انکشافات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یہ سب نیکی کے کام ہیں۔ تسخیرِ کائنات کے ذریعہ انسانی بہبود اور دوسرے صدقہ جاریہ کے کام خاص طور پر بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک اچھی بات کہنا بھی نیکی ہے۔

یہ بھی نیکی ہے کہ انسان اپنا کام، جس کا وہ ذمہ دار ہے، نہایت دیانت داری، بھرپور صلاحیت، مہارت، اچھے معیار اور خوبی سے بے عیب سرانجام دیتے ہوئے بہترین کارکردگی کا

Marfat.com

مظاہرہ کرے خواہ کوئی سیاستدان ہو یا منصف، کسی ادارے کا مالک ہو یا نوکر، کسی پیشے کا ماہر ہو یا تیکنیکی کارندہ، استاد ہو یا طالب علم، کسان ہو یا مزدور یعنی کوئی بھی ہو، یہ اصول سب کے لئے ہے۔

ماہ رمضان میں خورد ونوش کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ، جس کا تجربہ پاکستان جیسے ملک میں ہر سال ہوتا ہے، ایک مسلم معاشرے کی تصویر نہیں ہوسکتا۔ انسانیت یہ ہے کہ اس مبارک مہینہ میں خورد ونوش اور دوسری ضرورت کی اشیاء کی قیمتوں کو معمول کے مطابق رکھا جائے اور نیکی یہ ہے کہ اس مبارک مہینے میں نسبتاً کم نفع کماتے ہوئے پہلے سے کم قیمت پر فروخت کی جائیں۔

انسانوں میں اللہ تعالٰی کی روح اور مشترک خونی رشتے کی بنا پر سب لوگ وسیع بنیادوں پر ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ لہٰذا باہم اخوت، ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات کے تحت دوسروں کے کام آنا اور سب کے لئے امن کی خواہش انسان کا ایک فطری تقاضا ہے جسے پورا کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ دوسروں کی تکلیف اور ضرورت کے وقت کام آنا، کسی بیمار کی تیمار داری کرنا اور اخلاق فاضلہ کے ساتھ پیش آنا، سب نیکی کے کام ہیں۔ پس نیکی یہ ہے کہ انسان دوسروں کے کام آئے

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

Marfat.com

بنیادی ارکان دین: اعمال صالح کے حوالے سے بنیادی ارکانِ دین :توحید و رسالت ، قیامِ نماز ، زکوٰۃ ، روزہ اور حج سب حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے تربیت کا ذریعہ ہیں۔ان کا بڑے مقاصد میں اللہ سے تعلق کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا اور لوگوں سے اخوت کے جذبات کے ساتھ معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کرتے ہوئے ساری انسانیت میں وحدت کا تصوّر ہے۔یہ اتحاد مادی، جذباتی اور روحانی گویا ہر سطح پر قائم ہوتا ہے جس کا حاصل امن ہے۔

ہم آ ہنگی سے ہے محفل جہاں کی
اسی سے ہے بہار اس بوستاں کی

اعمالِ صالح کی نسبت انسانی قدروں کی بنیاد پر ایک ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل وتنظیم کے بغیر امن کا تصوّر ادھورا رہ جاتا ہے۔اس میں خاص طور پر حقوق انسانی کی ادائیگی بہت اہمیت کی حامل ہے جن کی بنیاد اخلاق فاضلہ پر ہے۔لہذا ان کا تعارف بھی آگے پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

باب چہارم

حقوق انسانی کی روح

اِنَّ اللّٰہِ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآیءِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغِی (134)

(بیشک اللہ حکم دیتا ہے عدل واحسان کا اور اقربا سے اچھے سلوک کا اور بے حیائی، منکرات اور ظلم وزیادتی سے بچنے کا)

1۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد

اعمالِ صالح کے حوالے سے حقوق اللہ اور حقوق العباد بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ تحریر بالا اللہ تعالی کا وہ حکم ہے جو دنیا کے کونے کونے میں ہر نماز جمعہ سے پہلے خطبہ کے آخر میں یاددھانی کے لئے سنایا جاتا ہے۔ اگر اسے سمجھ کر اس پر عمل بھی ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ انسانی حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ایک خوبصورت معاشرہ تشکیل نہ پائے۔ لوگوں کے حقوق کی احسن طور پر ادائیگی کا تعلق براہِ راست اطاعت سے ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک کا تعلق جسم اور ذہن کی کارکردگی یعنی اعمال سے ہے اور دوسرے کا دل کی کیفیات یعنی جذبات سے ہے۔ لہذا صحیح معنوں میں اعمال اور جذبات دونوں اطاعت کا حصہ بنتے ہیں یعنی اعمال اطاعت ہے اور جذبات محبت کی ترجمانی کرتے ہیں۔

Marfat.com

اطاعت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں شامل ہیں لیکن حقوق اللہ کی صحیح معنوں میں ادائیگی سے حقوق العباد کی ادائیگی خود بخود ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف حقوق العباد بھی اصل میں حقوق اللہ ہیں کیونکہ وہ اللہ کی اطاعت میں ادا ہوتے ہیں۔ گویا دونوں لازم وملزوم ہیں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ ہے۔ بندہ ہونے کے ناطے اسے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور بندہ جہاں کہیں بھی ہو وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میری یاد سے منہ موڑا تو بلاشبہ اس کی زندگی تنگ ہوگی اور روزِ قیامت ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے (135)۔ ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس آدمی کی مثال جو اللہ کو یاد کرتا ہے زندہ کی ہے اور جو نہیں یاد کرتا مردہ کی ہے۔ پس آگہی انسان کو ہمیشہ کی زندگی بخشتی ہے جسے پانے سے صحیح معنوں میں حقوق اللہ کی ادائیگی ہوتی ہے۔ اس کا تفصیل سے ذکر حصہ اول میں کیا جا چکا ہے۔

حقوق العباد کی ادائیگی اللہ تعالیٰ سے بالواسطہ تعلق کی نسبت یعنی لوگوں کے ذریعہ لازم ہے کیونکہ سب اللہ کے بندے ہیں جن میں اللہ نے اپنی روح اتار کر سب کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے۔ انسان کو جب یہ احساس واضح ہو جاتا ہے تو اس کے ذاتی اور معاشرتی کردار دونوں میں مثبت تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ وقتی جھوٹ پر سچائی غالب آتی ہے، ایفائے عہد کی پابندی اسے مرغوب ہوتی ہے اور تشدد و تفرقہ کی بجائے اخوت و ہمدردی کے جذبات کے ساتھ دوسروں کے لئے بھلائی کے کام اس کی فطرت بنتے ہیں۔ وہ ذاتی طور پر زندگی میں دوسروں کے لئے مثبت سوچ اور اچھا گمان رکھتا ہے، شہری زندگی میں نظم و ضبط کا مظاہرہ کرتا ہے اور معاشرتی سطح پر اپنی سوچ، الفاظ اور عمل سے دیانت، امانت اور سخاوت جیسے اخلاق فاضلہ کا نمونہ بنتا ہے۔ ان کا تعلق اعمال سے ہے۔ اللہ کی خاطر اس کے بندوں کے لئے اخوت کے ساتھ برتاؤ در اصل اللہ کی محبت کے ترجمان ہوتے ہیں جس کا تعلق جذبات سے ہے۔

Marfat.com

حقوق العباد کے حوالے سے چند ایک ضروری عناصر درج ذیل ہیں جن کی بنیاد اخلاقِ فاضلہ ہے جن کا اعمال صالح کی نسبت بہت اونچا مقام ہے۔

۱)۔ لوگوں سے خوشگوار تعلقات رکھنا۔

۲)۔ خوش اسلوبی یعنی عدل واحسان، دیانت وامانت، سچائی کی بنیاد پر معاملات نبھانا۔

۳)۔ اخوت اور ہمدردی کے جذبات کے تحت ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

۵)۔ تسخیرِ کائنات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اجتماعی انسانی بہبود کے لئے کام کرنا۔

2۔ اخلاق فاضلہ

اِنَّما بُعِثْتُ لِاُ تَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَ خْلَاقَ (136)

(میں مکارمِ اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں)

حقوق انسانی کی صحیح معنوں میں ادائیگی کے لئے اخلاق فاضلہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اگر چہ اخلاق کا تصور انسانیت کی ابتدا سے موجود ہے لیکن اسلام نے اسے کمال درجہ تک پہنچایا۔

اگر انسان کی شخصیت کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جسمانی طور پر ہر شخص یکتا ہوتا ہے، خواہ شکل وصورت ہو، آواز کے حوالے سے ہو، انگلیوں کی لکیریں ہوں یا آنکھ کی پتلی کا نقشہ ہو۔ فضائل و عادات اور جسمانی اور ذہنی اہلیت کے اعتبار سے بھی ہر شخص دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ گویا ہر شخص اپنے آپ میں ایک علیحدہ کائنات ہے۔ اس لئے یہ توقع رکھنا کہ دوسرا شخص بھی بالکل آپ ہی کی طرح ہوگا یا سوچے گا، ایک خیال خام ہے۔ لہٰذا باہم تعلقات

Marfat.com

اور معاملات میں خوش گواری پیدا کرنے کے لئے اسلام کچھ مشترک اقدار اور اصولوں کا تعین کرتا ہے تاکہ معاشرے میں سب لوگ ہم آہنگی سے رہ سکیں۔ اسلام میں یہی اخلاقِ حسنہ کی بنیاد ہے۔ پس اگرچہ ہر شخص میں انفرادیت ہے لیکن اسلام کے سکھائے ہوئے اخلاقِ حسنہ پر عمل سے سب لوگوں میں وحدت کا تصور ابھرتا ہے۔

اخلاق کے حوالے سے بنیادی طور پر اپنی اس فطرتِ سلیمہ کے تحت عمل ہے جو اللہ کی فطرت پر بنائی گئی اور جس نے ازل سے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب ماننے کا اقرار کیا۔ اس طرح انسان اپنے اندر وہ فضائل پیدا کرتا ہے جس سے نیکی اس کی فطرت قرار پاتی ہے۔ تقوی انسان کو اس کی فطرت سلیمہ پر قائم رکھتا ہے اور اسلام کے پنج گانہ ارکان کا مقصد تقوی پیدا کرنا ہے۔ تقوی سے معروفاتِ فطرت جیسی مشترک قدریں سب کے لئے پسندیدہ ہوتی ہیں؛ مثلاً محبت واخوت، خیر خواہی و ہمدردی، صدق وشجاعت، عدل واحسان، ایثار وسخاوت، دیانت و امانت، عفت وعصمت، ایفائے عہد، تحمل ورحم، عفو ودرگزر، حلم و بردباری، وفا واخلاص، میانہ روی، صبر واستقلال، مہربانی وشکر، متانتِ نفس، استقامت ووقار، کسبِ طیبات، حسنِ سلوک، ضبطِ نفس اور قوتِ برداشت وغیرہ۔

اس کے برعکس منکراتِ فطرت اخلاق کی راہ میں رکاوٹ ہوتے ہیں۔ ان میں جو خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں وہ ہیں: تکبر وگھمنڈ، حسد وبغض، حرص وبخل، غیبت وچغل خوری، فحش گوئی، جھوٹ ومنافقت، خیانت وبددیانتی، وعدہ خلافی، جذبۂ اِنتقام، فتنہ وظلم، غداری وبدعہدی اور ایسی دوسری برائیاں ان میں شامل ہیں۔

اخلاق کی نہج: یہ دو قسم کی ہے۔ ایک کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے اور دوسری کا لوگوں سے ہے۔ اگرچہ انسان اپنے اندر فضائلِ اخلاق پیدا کرتا ہے لیکن ان کا اظہار دوسروں سے تعلقات کی نسبت ہوتا ہے۔ چونکہ حقوق العباد کا تعلق دوسرے لوگوں سے

Marfat.com

ہے لہٰذا ان کی ادائیگی سے ایک خوش کن معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ انسان تنہا نہیں بلکہ معاشرے کا حصہ ہوتا ہے لہٰذا ایک فرد کی حیثیت سے معاشرے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ دوسری طرف معاشرہ جو افراد کا مجموعہ ہے ایک فرد کی شخصیت کو بنانے یا بگاڑنے میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لہذا انفرادی طور پر اور اجتماعی سطح ہر دو پر تعمیرِ اخلاق اعمالِ صالح کا اہم جزو قرار پاتے ہیں۔

اگر ایک شخص وحدت کے تصور کو دل میں سموئے ہوئے ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی روح سب انسانوں میں ودیعت ہے تو وہ اخلاق کا بہترین نمونہ بن کر، رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنے بھائی یعنی دوسروں کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو اس کے اپنے لیے پسندیدہ ہو (137)۔ یہ اخلاق کا ایسا اصول ہے جو پوری زندگی پر حاوی ہے۔ غرض یہ کہ انسان کا ضمیر فیصلہ کرتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا ہے کیونکہ ہر مومن کا قلب خدا کا واعظ ہے جس کی غرض و غایت رضائے الٰہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

☆ ''مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا خلق سب سے اچھا ہے۔ انسان حسنِ خلق سے وہ درجہ پا سکتا ہے جو دن بھر روزے رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے حاصل کرتا ہے''۔

☆ 'اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں'' (138)۔

☆ میں اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

لہذا اسلام میں اخلاق کو ایمان کے ساتھ بنیادی حیثیت حاصل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اعمالِ صالح کے حوالے سے حکمت کا پہلو اس میں نمایاں ہے۔

تکمیلِ اخلاق کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ''خلق عظیم'' کے لقب

Marfat.com

سے نوازا اور آپ ﷺ کی 'اُسوۂ حسنہ' کو اتباع کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا۔ اُسوۂ حسنہ کے بارے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''بلاشبہ تمہارے لئے ان میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لئے جو اللہ سے ملنے کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو'' (139)۔ گویا آخری مقصد اللہ سے ملنا ہے۔

آدابِ معاشرت اور شہریت کا خیال رکھنا بھی تعمیرِ اخلاق کا حصہ ہے جس میں نشست و برخاست' وضع داری اور لباس' خورد و نوش وغیرہ شامل ہیں جن کے آداب رسول اللہ ﷺ نے سکھائے۔ پس اخلاق کا پہلو سب کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ اگرچہ اس کے لئے انسان خصوصیت کے حامل ہیں لیکن اس میں دوسری مخلوق کے حقوق بھی شامل ہیں۔ المختصر انسانی شخصیت کی تعمیر کے لئے دوسروں سے برتاؤ میں اخلاق حسنہ اعمالِ صالح کا اہم حصہ ہیں۔

3۔ تسخیرِ کائنات

وَسَخَّرَلَکُمْ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِنْهُ (140)

(اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تمہارے لئے مسخر یعنی تابع کر دیا)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی نیابت کے ساتھ ضروری صلاحیتوں کے علاوہ وہ تمام اختیارات بھی دیئے ہیں جنہیں بروئے کار لا کر وہ انسانیت کی بہبود کے لئے کام کرتے ہوئے اپنی فضیلت برقرار رکھ سکتا ہے جو اسے بہت سی دوسری مخلوق پر عطا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

☆ ''جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ بیشک جو لوگ غور و

Marfat.com

فکر کرتے ہیں اس میں ان کے لئے نشانیاں ہیں'' (140)۔

☆ ''وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے'' (141)۔

☆ ''اور تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند مسخر کر دئے اور تمام تارے بھی اس کے حکم سے تمہارے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ان میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں'' (142)۔

☆ ''اور وہی ہے جس نے بحر یعنی سمندروں اور دریاؤں کو تمہارے لئے تسخیر کر دیا۔ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور اس کا فضل تلاش کرو اور اس سے تر و تازہ گوشت کھاؤ اور موتی نکالو جنہیں تم پہنتے ہو تا کہ تم اسکا شکر ادا کرو'' (143)۔

☆ ''اور روئے زمین میں بہت سی چیزیں تمہارے فائدے کے لئے پیدا کیں جن کے مختلف رنگ ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں''۔ (144)۔

اس طرح اور بھی بہت سے انعامات کا ذکر ہے اور فرماتا ہے کہ

☆ اگر تم اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو انہیں گن نہ سکو گے۔ بیشک اللہ مغفرت کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

پھر اللہ تعالی بندے کو مخاطب کر کے پوچھتا ہے کہ''

☆ کیا تم غور نہیں کرتے کہ زمین میں جو کچھ ہے اسے تمہارے لئے مسخر کر دیا''؟

درجِ ذیل آیات کائنات کی تسخیر کے لئے مزید ترغیب دیتی ہیں:۔

☆ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں ان چیزوں کو لئے چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اللہ کے نازل کردہ آسمانی پانی میں کہ پھر اس کے ذریعہ سے زمین جو مردہ ہو چکی تھی زندہ کیا اور ان ہر قسم کے جانوروں میں جو اس نے

Marfat.com

زمین میں پھیلائے ہیں اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان پابند کر دیے گئے ہیں، **عقلمندوں** کے لئے نشانیاں ہیں(145)۔

پس قدرت کی ان عنایات سے فائدہ اٹھانا نہ صرف ایک فرض کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ ان میں غور وفکر، تحقیق وتخلیق اور ایجادات کے ذریعہ انسانیت کی بہتری کے لئے نئی راہیں نکالنا بھی نیابت کیا ورانسانی حقوق کی ادائیگی ہے۔ جن قوموں نے اسے پورا کیا وہ زمانے میں فتحیاب ہوئیں۔ یہ نہ صرف انسانی ترقی کی راہیں ہیں بلکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ اسلام کی تکمیلی شکل کا یہ عنصر بھی اسے باقی تمام مذاہب سے ممتاز کرتا ہے۔

فطرت کو خرد کے روبرو کر تسخیر مقام رنگ و بو کر
بے ذوق گرچہ نہیں فطرت جو اس سے نہ ہو سکا وہ تو کر

Marfat.com

باب پنجم

تشکیل و تنظیمِ معاشرہ کے چند اصول

اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى (146)

(ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا۔ لہذا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو)

1۔ معاشرتی ہم آہنگی

انسان فطری طور پر اکیلا رہنا پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا جب لوگ اکٹھے رہتے ہیں تو ایک معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ ایک ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل و تنظیم، نیابت الٰہی کے حق کی ادائیگی کی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو انسان کو سونپی گئی ہے۔

اس کائنات میں ہر طرف اعتدال، توازن اور خوبصورتی پائی جاتی ہے۔ نظامِ شمسی میں ایک زبردست توازن ہے اور زمین، پُرشکوہ پہاڑ، لہلہاتے سبزہ زار، چمکتی ریت کے صحرا، رنگ برنگی مٹی کے میدان، پھولوں اور پھلوں والے درخت اور ان گنت نباتات وغیرہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کھلا ثبوت ہیں۔ ہر طرف ایک زبردست ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اللہ نے انسان کو دنیا میں خلیفہ بنایا تا کہ نہ صرف وہ اس ہم آہنگی اور خوبصورتی کو برقرار رکھے بلکہ اس میں اضافہ کرے۔ یہ ایک طرف انسانوں میں باہم محبت اور اخوت کے جذبات کے تحت تعلقات میں خوبصورتی ہو اور دوسری طرف ماحول بھی ویسا ہی خوبصورت ہو۔ یہ عبادت کا ایک نہائت اہم پہلو ہے۔ پس ایک خوبصورت اور ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل و تنظیم ناگزیر ہے۔

Marfat.com

لہٰذا ہر شخص پر فرض عائد ہوتا ہے کہ جس معاشرے اور ماحول میں وہ رہتا ہے اس کا انتظام کمال پختگی سے چلائے۔ اس میں نہ صرف اپنے فرائض کا پوری طرح سے احساس ہو بلکہ دوسروں کے حقوق کی احسن طریقے سے ادائیگی بھی ہو۔ اس کے لیے ایک ایسے معاشرتی اور معاشی نظام کی ضرورت ہے جس میں ہر شخص کی ذمہ داریاں اور حقوق کا تعین ہو اور اس کی بنیادی ضروریات بھی پوری ہوں۔ عدل وانصاف کے لئے بھی موثر نظام قائم کرنا اس کی ایک بڑی ذمہ داری ہے جس میں ہر شخص کو اس کی قابلیت اور محنت کے مطابق پھل مل سکے لہٰذا ہر انسان کا اپنے اپنے دائرہ کار میں ایک بہترین ناظم کی حیثیت سے کام کرنا مقصد حیات کا اہم ترین جزو ہے۔

اللہ تعالیٰ خلافت کے حوالے سے ایک دوسرے کے درجات کے درمیان فرق کا ذکر فرماتا ہے۔ اس کی مشیت بھی یہی ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے دائرہ کار میں، جیسی بھی چھوٹی یا بڑی حیثیت سے کام کر رہا ہے، اپنی ذمہ داریاں بخوبی سرانجام دے۔ اس کے لئے کائنات اور اس کے ہر ذرّے میں نہایت پختگی، عدل اور حسنِ کمال سے چلتا ہوا اللہ تعالیٰ کا نظام مشعلِ راہ ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ انسان کا ہر فعل پختگی، عدل اور حُسنِ کمال کا مظہر ہو۔

Marfat.com

2۔ واقعہ حضرت سلیمان

رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ (147)

(اے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر انعام کی)

تشکیل وتنظیم معاشرہ کے لئے قرآنِ مجید میں جگہ جگہ رہنمائی ملتی ہے جس سے اصول روشن ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت داوٗدؑ کا حوالہ اور حضرت سلیمانؑ کا ایک واقعہ بیان کیا

جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے داؤدؑ! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا تو تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو'' (146)۔ دراصل یہ حکم ہر حاکم کے لئے ہے خواہ وہ کسی بھی حیثیت میں ہوتا کہ وہ اپنی ذمہ داریاں سچائی، عدل وانصاف کی بنا پر اور ذاتی مفاد سے بالا تر ہو کر ادا کرے۔ دراصل ہر شخص جب کوئی فیصلہ کرنے کے مقام پر ہوتا ہے تو ایک حاکم کی حیثیت رکھتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ''یقیناً ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم عطا کیا اور انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم دونوں کو اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت بخشی۔ سلیمان، داؤدؑ کے وارث بنے اور سلیمان نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور ہر طرح کی چیزیں عطا کی گئی ہیں، بے شک یہ اللہ کا نمایاں فضل ہے۔

ایک مرتبہ سلیمانؑ نے جائزہ کے لئے تمام لشکر، جو جنوں، انسانوں اور پرندوں پر مشتمل تھے، جمع کئے۔ پھر ان کی نظم وضبط کے ساتھ صف بندی کی۔ حتیٰ کہ جب چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں سلیمانؑ اور اس کا لشکر کچل ڈالیں اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ سلیمانؑ اس کی بات سن کر مسکرائے اور ہنس پڑے اور کہنے لگے، اے میرے مالک! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیرے احسانات کا، جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کئے ہیں، شکر ادا کرتا رہوں اور ایسے نیک عمل کروں جو تجھے پسند ہوں اور تو مجھے اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں میں داخل فرما'' (148)۔

اس واقعہ کی مزید تفصیل کے مطابق ایک سورج پرست عورت، ملکہ سبا جو ایک دور دراز ملک یمن کی حکمران تھی اسے حضرت سلیمانؑ نے، جو اپنے دارالسلطنت یوروشلم میں مقیم تھے، اسلام قبول کرنے کی دعوت بھیجی۔ اس کے جواب میں اس نے حضرت سلیمانؑ کے پاس آنے کا ارادہ

Marfat.com

ظاہر کیا۔ جب حضرت سلیمان کو یہ معلوم ہوا تو وہ اپنی رعایا سے کہتے ہیں: ''اے اہلِ دربار! پیشتر اس کے کہ وہ ملکہ مطیع فرمان ہو کر میرے پاس آئے، تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لاسکتا ہے؟ ایک شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا، کہا کہ میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے وہ تخت آپ کے پاس لاسکتا ہوں۔

چنانچہ جب سلیمانؑ نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا پایا تو پکار اٹھا کہ یہ میرے پروردگار کے فضل سے ہے۔ یہ اس لئے ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔ جو کوئی شکر کرتا ہے تو درحقیقت وہ اپنے ہی فائدے کے لئے کرتا ہے اور جو کوئی کفر کرتا ہے تو میرا رب بے نیاز ہے۔ وہ بہت کرم کرنے والا ہے''۔

واقعہ کی حکمتیں:

اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ان کلمات میں غور وفکر کرنے سے بہت سی حکمتیں واضح ہوتی ہیں لیکن تشکیل وتنظیمِ معاشرہ سے متعلق چند ایک درج ذیل ہیں۔

☆ انسان جو کچھ حاصل کرتا ہے اور جو نیک کام کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہوتا ہے۔ لہٰذا انسان کو ہر وقت اس کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

☆ زندگی کے ہر پہلو میں نظم وضبط کا اظہار ناگزیر ہے جیسا کہ حضرت سلیمانؑ کا اپنے لشکروں کی نظم وضبط کے ساتھ صف بندی سے ظاہر ہے۔

☆ چیونٹی کا دوسری چیونٹیوں کو خبردار کرنا اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اخوت اور ہمدردی کے جذبات کے تحت دوسروں کی بھلائی کے لئے سوچنا اور قدم اٹھانا، معاشرے کی بقاء کے لئے لازم ہے۔

☆ حضرت سلیمانؑ کا چیونٹیوں کی پکار سن کر مسکرانا اس بات کا غماض ہے کہ انہیں

Marfat.com

چیونٹیوں کے خدشات کا علم ہو گیا اور وہ پہلے ہی اس سے خبر دار تھے کہ وہ ان کے لشکروں تلے کچلی نہ جائیں۔ لہٰذا معاشرے میں ایک شخص جب کسی بھی سطح پر سربراہ ہوتا ہے، خواہ مالک ادارے یا گھر کا ہو، ہر ایک کی حفاظت اس کا فرض منصبی ہوتا ہے۔

☆ ایک شخص جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس کا دور دراز ملک سے ملکہ کا تخت حضرت سلیمانؑ کے پاس پلک جھپکنے سے پہلے لے آنا اس بات کی نشان دہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا صحیح علم 'کُنْ فَیَکُوْن' کی طاقت کا حامل ہے۔

تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہو جا خدا کا ترجمان ہو جا

چیونٹی کا ذکر: اگرچہ ان آیات میں چیونٹی کا ذکر بظاہر سرِ راہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر لفظ اور ہر بات میں بڑی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے جو غور وفکر سے پائی جا سکتی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک کے محققین کا چیونٹیوں کی زندگیوں کے مطالعہ سے ان کی بے شمار خصوصیات کا علم ہوا ہے جن مین چند ایک مندرجہ ذیل ہیں (149)۔

1۔ وہ مُردوں کو زمین میں دفن کرتی ہیں۔
2۔ ان کا واضح معاشرتی نظام ہے جس میں مختلف سطح کے کارندے بہترین نظم وضبط سے کام کرتے ہیں۔
3۔ وہ گاہے بگاہے ملتی ہیں اور آپس میں باتیں کرتی ہیں۔
4۔ وہ مارکیٹیں لگاتی ہیں جس میں چیزوں کا تبادلہ کرتی ہے۔

Marfat.com

5۔ وہ اپنی ضروریات کے مطابق اناج جمع کر کے رکھتی ہیں۔ اگر اس میں جڑیں نکلنی شروع ہو جائیں، جن سے اناج گل جانے کا خطرہ ہوتا ہے، تو انہیں کاٹ دیتی ہیں۔ اگر اناج گیلا ہو جائے تو باہر لا کر سکھا کر واپس سٹور کرتی ہیں کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ گیلا رہنے سے گل سڑ جاتا ہے۔

6۔ خوراک کی ضرورت پوری کرنے کے لئے بہت محنت کرتی ہیں اور اپنے سے کئی گنا زیادہ وزن اٹھا سکتی ہیں۔

7۔ خوراک کی تلاش کے لئے ان کی کھوج لگانے کی قوتِ حس بہت تیز ہوتی ہے۔

8۔ مل کر باہم یک جہتی اور منظم طریقے سے خوراک اکٹھی اور جمع کرتی ہیں اور باہم روابط رکھتی ہیں۔

چیونٹیوں کا یہ نظام معاشرے کی عمدہ خطوط پر تشکیل و تنظیم اور باہم ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات کی طرف اشارہ اور راہنمائی بھی ہے۔

3۔ رسول اللہ ﷺ سے رہنمائی

وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (150)

(اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)

رسول اللہ ﷺ بھی مثالوں سے انسانوں کو اچھی زندگی گزارنے کے طریقے سمجھاتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ایک ارشاد ہے جس سے تشکیل و تنظیم معاشرہ کی طرف زبردست رہنمائی ملتی

Marfat.com

ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

: ''تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور ہر ایک سے تمہارے ریوڑ کے متعلق پوچھا جائے گا۔حاکم بھی ایک چرواہا ہے' اسے اس کے ریوڑ کے متعلق پوچھا جائے گا اور ہر شخص اپنے خاندان کا چرواہا ہے۔ایک عورت اپنے خاوند کے گھر کی اور بچوں کی محافظ ہے۔پس تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور ہر ایک سے اس کے ریوڑ کے متعلق پوچھا جائے گا'' (151)۔

دمِ عارف نسیمِ صبح دم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

چرواہا ایک زبردست تمثیل ہے اگر تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ بیشتر انبیاء کرام نے اپنے بچپن اور کئی ایک نے جوانی میں بھی چرواہے کا کام کیا جو ایک قائد یا لیڈر شپ کی ٹریننگ کی عمدہ مثال ہے۔

چرواہا کے معنی بہت جامع ہیں۔

1۔ چرواہا اپنے ریوڑ کا ہر طرح سے ذمہ دار ہوتا ہے۔

2۔ اس کے ہر پہلو کا نگہبان ہونا، اس کی ضروریات پوری کرنا، سردی گرمی، حوادثِ زمانہ کی تکالیف سے بچانا' سب کے ساتھ عدل وانصاف کرنا اور ان کی بھلائی اور ترقی کے لئے کوشش سب اس میں شامل ہیں۔

3۔ وہ انہیں اپنے ساتھ ایسی راہوں پر لے کر چلتا ہے جو محفوظ ہوں اور جہاں انہیں

Marfat.com

چارہ اور پانی مل سکے۔

4۔ وہ فرداً فرداً سب کا خیال بھی رکھتا ہے۔ اگر کوئی بیمار ہو تو اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

5۔ وہ ہر جانور کو پہچانتا ہے اور ہر جانور بھی اس کی آواز کو پہچانتا ہے اور اعتماد کے ساتھ جدھر چرواہا جائے اس کے ساتھ چلتا ہے۔ اگر کوئی بچھڑنے کی کوشش کرے تو چرواہا اسے ہانک کر واپس ریوڑ میں لاتا ہے۔

6۔ جتنا سفر وہ کریں اتنا خود بھی کرتا ہے۔

7۔ ان سے دودھ یا اون اتنا ہی لیتا ہے جتنی ضرورت ہو اور جس سے انہیں نقصان نہ پہنچے۔

8۔ اس میں ایک بڑا عنصر یونیٹی یعنی سب کو متحد رکھنے کا ہے۔

9۔ وہ ان سے بددیانتی نہیں کرتا۔

10۔ اس طرح اگر دیکھیں تو چرواہے میں خدمت کی روح نظر آتی ہے جو سب کی فلاح کے لئے ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق ہر شخص کو اپنے دائرہ کار میں ایک قائد کا کردار ادا کرنا ہے، سربراہ، خواہ مملکت کا ہو یا کسی ادارے یا گھر کا، صنعت کار ہو یا تاجر، ملازم ہو یا مزدور، کسان ہو یا کوئی بھی کارندہ، گویا ہر شخص اپنے اپنے دائرہ کار میں چرواہا یعنی ایک طرح سے حاکم ہے۔ چنانچہ یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ اپنے فرائض کی انجام دہی بطریق احسن کرے۔

اس کے ساتھ اس پر یہ بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جب بھی کسی قائد کے انتخاب کا موقع ہو تو ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر صرف ایسے شخص کے حق میں رائے دہی کرے جو صاحب فکر و نظر اور اعلیٰ کردار کا مالک ہو اور متقی ہو اور جس کام کے لئے منتخب کیا جا رہا ہے اس ما

Marfat.com

پوری طرح سے اہل ہو۔ مزید یہ کہ وہ اجتماعی مفاد کو ذاتی مفاد پر قربان کرنے والا نہ ہو۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

4۔ حصولِ امن

جو لوگ نیابتِ الٰہی کی ذمہ داریوں سے اچھی طرح عہدہ برآ ہوتے ہیں ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ درجِ ذیل الفاظ میں اپنی نیابت اور امن کا وعدہ فرماتا ہے۔

'جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالح کیے، اللہ تعالیٰ ان سے وعدہ فرماتا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو بنایا اور ان کے اس دین کو، جسے اللہ نے پسند کیا ہے، مضبوط بنیادوں پر قائم کرے گا اور ان کی حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا'' (93)

امن کا تصوّر

اللہ تعالیٰ بار بار اور مختلف انداز میں ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہم اس کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (18)۔

Marfat.com

دنیاوی زندگی میں ایمان والوں کے لئے کبھی تو اللہ کی یاد سے اطمینانِ قلب حاصل کرنے کی بات ہے(52) ،کبھی نفسِ مطمئنہ کو رَاضِيَةً الْمَرضِيَّةً کہہ کراس جنت میں داخل ہونے کی دعوت ہے(48)اور کبھی ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کے لیے امن کی خوش خبری ہے(93)۔ان حوالوں سے اگر دیکھا جائے تو امن کا تصور، جو عام طور پر لوگوں میں پایا جاتا ہے،اس سے مختلف نظر آتا ہے۔

قران مجید میں بہت سی باتیں مثالوں سے سمجھائی گئی ہیں۔اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو امن کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔لہٰذا انسان جب آگہی سے روح علوی کا ادراک پاتا ہے اور نیابتِ الٰہی کے تقاضوں کی ایفا کرتے ہوئے اللہ سے فطری تعلق کی آبیاری بھی جاری رکھتا ہے تو اس کی حیوانی فطرت کی حامل روحِ بخاری، پاکیزہ روحِ علوی کے اتصال سے پاکیزہ ہو جاتی ہے۔اس کی مثال اس لوہے کی ہے جو مقناطیس سے مل کر مقناطیسی صلاحیت کا حامل ہو جاتا ہے۔پس یہ انسان کا دنیا میں امن ہے۔اس طرح جب سب لوگ امن پاتے ہیں تو یہ دنیا امن کا گہوارہ بن جاتی ہے۔

اپنے فرائض کی بطریقِ احسن ادائیگی کے بعد جب انسان کی ہر دو ارواح مل کر اس دنیا سے رخصت ہوتی ہیں تو آگے ان کا استقبال سلام سے ہوتا ہے اور ان کے لیے ان کا امن ہوتا ہے جو حقیقی اور پائیدار امن ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ (94)

(ان سے کہا جائے گا کہ سلامتی سے باامن داخل ہو جاؤ)

☆☆☆

Marfat.com

حوالہ جات

1۔ شوریٰ 42 : 13

2۔ نساء 4 : 79, 170 سبا 34 : 28
اعراف 7 : 158

3۔ تین 95 : 4

4۔ بنی اسرائیل 17 : 85اعراف 7 : 154
طٰہٰ 20: 122

5۔ بنی اسرائیل 17 : 70

6۔ روم 30 : 30

7۔ سجدہ 32 : 9 - 7

8۔ سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر:
خلیفہ محمد سعید، آلومہار، سیالکوٹ

9۔ نجم 53 : 41

10۔ اعراف 7 : 32-31

11۔ حدید 57 : 27

12۔ کہف 18 : 7 انعام 6 : 53
نحل 16 : 112 انبیاء21 : 35

13۔ سبا 34 : 37

14۔ مومنون23 : 15-12

15۔ یٰس 36 : 36

16۔ ص 38 : 75

17۔ بیہقی ،طبرانی، مسلم، بخاری

18۔ بقرہ 2 : 156

19۔ ھود 11 : 90 بروج 85 : 14

20۔ بخاری، احمد، بیہقی

21۔ مائدہ 5 : 54

22۔ مائدہ 5 : 32

23۔ نساء 4 : 1

24۔ حجرات 49 : 13

25۔ بازگشت۔خزینہ علم وادب

26۔ ابوداؤد۔رواۃ

27۔ فرقان 25 : 43

28۔ ابراھیم 14 : 42

29۔ سجدہ 32 : 12

30۔ شمس 91 : 10-7

31۔ بلد 90 : 10

32۔ حٰم سجدہ 41 : 22-20

33۔ یٰس 36 : 65

34۔ بقرۃ 2 : 151 ال عمران 3 : 164
طلاق 65 : 11

35۔ رعد 13 : 22

36۔ نور 24 : 12

37۔ علق 96 : 6

38۔ دہر 76 : 3

39۔ یوسف 12 : 53

40۔ قیامہ 75 : 2

41۔ جاثیہ 45 : 23

Marfat.com

42۔ عبس 79 : 40-41

41۔ جاثیہ 45 : 23

42۔ عبس 79 : 40-41

43۔ احمد البانی

44۔ زمر 39 : 53

45۔ شوریٰ 42 : 26

46۔ ترمذی۔نسائی۔ابن ماجہ

47۔ زمر 39 : 53،یوسف 12 : 87
عنکبوت 29 : 23 ابراھیم 15 : 56

48۔ تحریم66:8،مائدہ5:39طٰہٰ
82:20قصص28:67شوریٰ42:26
فرقان25 : 70-71

49۔ انعام6 : 54

50۔ فجر 89 : 27-28

51۔ حج 22 : 46

52۔ رعد 13 : 28

53۔ مومن 40 : 60

54۔ بقرہ2 : 86

55۔ الم نشرح 94 :6

56۔ نور 24 : 35

57۔ انعام 6 :1

58۔ نساء 4 : 174شوریٰ 42 : 52
مائدہ5 : 44,46

59۔ مائدہ5 : 16نساء4 : 174

60۔ کتاب الایمان: شاہ احمد رضا خان

61۔ کشفِ نور: خلیفہ محمد سعید، آلومہار، سیالکوٹ

62۔ تفہیم القرآن: ابوالاعلیٰ مودودی

63۔ تفسیر عثمانی: مولانا شبیر احمد عثمانی

64۔ قمر 54: 40,32,22

65۔ ابراھیم 14: 24-25

66۔ بقرہ2 : 165 احزاب 33 : 6

67۔ نور 122:24

68۔ نور 24 : 36 - 38

69۔ بقرہ 2 : 152

70۔ مزمل8:73

71۔ بخاری، مسلم

72۔ طٰہٰ 20 : 14

73۔ الم نشرح 94 : 7-8

74۔ ال عمران 3 : 190

75۔ عنکبوت 29 : 69

76۔ بنی اسرائیل17 : 79شعراء 26 : 218

77۔ صحیح بخاری

78۔ خلیفہ فورم: انٹرنیٹ

79۔ بقرہ 2 : 138

80۔ ضحیٰ 93 : 5

81۔ نور 41:24

82۔ احزاب 33 : 41-42

83۔ ضحیٰ 93 : 7

84۔ نور 24 : 40

85۔ حجر15 : 41 شوریٰ 42 : 53 نحل 9:16

Marfat.com

86۔ مزمل 73 : 19
87۔ قیامہ 75 : 16
88۔ نحل 16 : 44
89۔ ال عمران 3 : 159
90۔ یونس 10 : 14
91۔ بقرہ 2 : 30
92۔ انعام 6 : 165
93۔ نور 24 : 55
94۔ حجر 15 : 46 ق 50 : 34
95۔ فجر 89 : 27-30
96۔ واقعہ 26,91:56 یونس10:10
حجر46:15 ق34:50 مریم62:19
فرقان 75:25 رعد13:24-3 زمر 73:39
ال عمران 13,15:3 مائدہ119:5
توبہ100,72,21:9 مجادلہ 22:58
بینہ 98 :8 لقمان8:31 طور17:52
97۔ رعد 13 : 35 محمد 47 : 15
98۔ حدید 57 : 12
99 واقعہ19:56 صٰفٰت 37 : 47
100۔ سجدہ 17:32
101۔ طٰہٰ 20 : 116-122
102۔ زاریات51 : 56
103۔ بقرہ 21:2
104۔ نمل 27 : 62
105۔ فاطر 35 : 39 نجم 53 : 39
106۔ عنکبوت 29 : 6
107۔ ص 38 : 26
108۔ انبیاء 21 : 105
109۔ اعراف 7 : 128-129
110۔ ملک 67 : 2
111۔ اعراف7 : 69
112۔ اعراف7 : 74
113۔ یونس10 : 73
114۔ بقرہ 2 : 33 - 30
115۔ ال عمران 3 : 191 - 190 بقرہ 2 : 164
116۔ زمر11:39
117۔ ص 38 : 83 - 71
118۔ شعرا 26 : 89، صٰفٰت 37: 84
119۔ ق 50 : 32
120۔ بقرہ 2 : 74
121۔ اعراف 7 : 172
122۔ یونس10 : 12 زمر 39 : 8
123۔ رعد 20:13 ال عمران 3 : 81-82
124۔ بنی اسرائیل 34:17
125۔ مائدہ 5 : 2

Marfat.com

126۔ طلاق 65 : 11
127۔ بخاری، مسلم
128۔ حجرات 49 : 14
129۔ حجرات 59 : 15
130۔ بقرہ 2 : 165 ال عمران 3 : 31
احزاب 6:33
131۔ مومنون23 : 9 - 2 ال عمران17:3
132۔ رعد 13 : 17
133۔ بقرہ 2 : 177-286
134۔ نحل 16 : 90
135۔ طہٰ 20 : 124
136۔ بخاری۔احمد
137۔ بخاری مسلم
138۔ البانی
139۔ احزاب33 : 21
140۔ جاثیہ 45 : 13
141۔ بقرہ 2 : 29
142۔ نحل 16 : 12
143۔ نحل 16 :14جاثیہ 45 : 12
144۔ نحل 16 : 13
145۔ نحل 16 : 8-5 ,10 ,11 ,16-14 ,18
146۔ ص 38 : 26
147۔ نمل 27 : 40 - 19 - 15
148۔ نمل 27 : 39-40
149۔ چیونٹی ایک معجزہ: ہارون یحیٰ، لوبل پبلشنگ
150۔ نور 24 : 56
151۔ بخاری مسلم

Marfat.com

ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی کی تصنیف ''آ گہی سے امن کا سفر'' میں عقلی بنیادوں پر سائنسی توجیہات کے ساتھ اسلام کے بنیادی تصور کی وضاحت کی گئی ہے جس کا سمجھنا انسان کی زندگی کے مقصد کی تکمیل کیلئے نہایت اہم ہے۔ جدید دور کے تعلیم یافتہ ذہن کی دانش کو یہ کتاب کما حقہ مطمئن کرتی ہے۔ فاضل مصنف نے قرآن وحدیث کو ماخذ اور دلیل اور علم کو اصول قرار دیتے ہوئے اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ اس لئے مافوق الادراک اور روایتی رویے کے نتیجہ میں ابہام کا شکار نوجوان نسل کو مطمئن کرنے کے حوالے سے یہ کتاب نہایت اہم ہے۔ لہٰذا اسلام کی صحیح تفہیم کے خواہش مند طبقے کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔

فاضل مصنف نے انتظامی سائنسز میں ایم اے اور 1967 میں فارمیسی میں انگلینڈ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی میں فارمیسی کے ایسوسی ایٹ پروفیسر رہے۔ 1972 سے 1998 تک حکومت پاکستان کی وزارتِ صحت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور ادویات کی ریگولیشن سے متعلق قانون سازی، پالیسیوں اور انتظامی امور میں کلیدی کردار ادا کیا۔

وہ مختلف اوقات میں عالمی ادارہ صحت کے ٹیکنیکل کنسلٹنٹ، وقتی ایڈوائزر اور آٹھ سال تک جنیوا کی ایک ایکسپرٹ کمیٹی کے ممبر رہے۔ انہوں نے یونیڈو اور ڈبلیو۔ ٹی۔ او کیلئے بھی گاہے بگاہے اپنے شعبے کے ایکسپرٹ ممبر اور پاکستان کے مندوب کی حیثیت سے کام کیا۔ ان اداروں کی میٹنگز میں شمولیت کیلئے امریکہ، یورپ، افریقہ، مشرق وسطیٰ، شمالی ایشیا اور آسٹریلیا کے مختلف ممالک کا سفر کیا۔ انگلینڈ کی لینین سوسائٹی کے فیلو اور کئی ایک پیشہ وارانہ تنظیموں کے فعال ممبر بھی رہ چکے ہیں۔

وہ بہت سے تحقیقی پیپرز کے علاوہ دینی تحریروں کے منصف بھی ہیں جن میں ''روح نماز، قدرتی آفات اور دعوت فکر وعمل، روح اسلام اور امن اور مسائل مسلم اور امن'' خصوصیت کی حامل ہیں۔

ہادی عبدالمنان

Marfat.com